وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

نمبر
جلد

رسالہ

تشحیذ الاذہان

زیر ایڈیٹری

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

مولوی فضل الدین صاحب
نوٹی

مینیجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شائع کیا

مکرم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہوری کی نسبت المنیر کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اخبار "المنیر جھنگ" یکم جولائی ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کی نسبت ایک
نہایت بیہودہ غلط فہمی پھیلانیکا مرتکب ہوا ہے لکھتا ہے "کہ خواجہ کمال الدین صاحب وہی بات کہتے ہیں جو
عبدالحکیم مرتد کہتا تھا بس کیا وجہ ہے کہ انکو مرزائی جماعت سے عبدالحکیم کی طرح مرتد کر کے خارج نہیں کیا
جاتا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ احمدی اہل قلم انکو برابر خواجہ خواجگان ہی لکھتے چلے جاتے ہیں" ہم المنیر
کو ہم آگاہ کرتے ہیں کہ احمدیوں کے متعلق وہ اس رویہ کو چھوڑ دے۔ خواجہ صاحب جس قسم کے احمدی ہیں۔
اسکو دنیا جانتی ہے میں نہیں سمجھتا کہ خواجہ صاحب نے ایسے لوگوں کے حق میں جو حضرت مرزا صاحب کو
مسلمان سمجھتے ہیں مسلمان کا لفظ استعمال کر کے تشحیذ کے کس مضمون کا خلاف کیا ہے جس پر
المنیر کا ایڈیٹر اسقدر شور ڈال رہا ہے کیونکہ تشحیذ کا ایڈیٹر ہی تو اس بات میں انکے ہمنوا ہیں۔ المنیر
کا ایڈیٹر آنکھیں کھول کر پڑھے اور دیکھے کہ تشحیذ کے اسی زیر بحث نمبر میں غیر احمدیوں کو کتنی
دفعہ مسلمان کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ کیا غیر احمدی مسیح موعود کو قبول نہ کرکے بھی پکے
احمدی اور پورے پورے مسلمان ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں۔ خواجہ صاحب کا اسبات میں جو مذہب ہے۔ وہ وہی ہے
جو رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہو چکا ہے کہ غیر احمدی ابھی رسمی مسلمان ہیں اس میں ہمکو تو کوئی تردد
نہیں ہے المنیر کے ایڈیٹر کو اگر شبہ تھا۔ تو بجائے اس معقول طریق کے نیک نیت ایڈیٹر ہو کر مناسب طریق سے
براہ راست خواجہ صاحب سے پوچھ لیتا۔ اور انکے جواب کو چھاپ دیتا۔ تا کہ المنیر کے ناظرین اور اسکے ایڈیٹر کی تسلی ہو جاتی
خواجہ صاحب کے اس فقرہ پر زور دینا کہ "ہم انہی کو کافر کہتے ہیں جو ہمکو کافر کہتے ہیں۔ اور اسکو
بطور اختلاف پیش کرنا بالکل مصداق ہے اس مصرعہ کا ع سخن شناس نۂ اے جوان خطا اینجاست
اگر آپ حضرت اقدس کی کتاب "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۶۳ کی یہ عبارت پڑھ لیتے "جو شخص مجھے نہیں مانتا
وہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اسلئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے" تو آپکو یہ عقدہ
کھلتا۔ اور آپ کبھی نہ کہتے کہ صاحبزادہ صاحب اور خواجہ صاحب کے فتوی میں کوئی اختلاف ہے۔ یہی بات حضرت
خلیفۃ المسیح نے ایک دوست کے استفسار پر ڈاکٹر عباد اللہ صاحب احمدی امرتسری کو اپنے قلم سے لکھی ہے۔
اسکے سوا آپ نے احمدیوں کے حق میں جو الفاظ جیسے "زیادتی کر رہے ہو اہل حق مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہو"
... وغیرہ وغیرہ استعمال کئے ہیں۔ انکا بدلہ آپکو اللہ تعالیٰ ہی دیگا اس وقت اس سے زیادہ لکھنا ہم بیفائدہ اور فضول سمجھتے ہیں۔ راقم خاکسار فضل الدین نجفی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ عبدالکریم شاہجہانپوری کے اعتراضات (مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور) کا جواب

(نوشتہ خاکسار فضل الدین عفا اللہ عنہ قادیان)

خداتعالیٰ مولوی فضل دین صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس محققانہ مضمون کو خاص رنگ میں لکھکر اس بحث میں بہت سے ایسے معلومات کا اضافہ کیا جو مباحث میں نہایت کار آمد ہیں ہم اس مضمون کو شکریہ کیساتھ درج کرکے ناظرین سے خواہاں ہیں۔ کہ اسکو بغور پڑھ کر فائدہ حاصل کریں۔ راقم خاکسار (ایڈیٹر)

باعث تحریر ہذا کوئی آٹھ ماہ کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ ہمارے ایک دوست میاں غلام حسین رضؓ سیالکوٹی نے پیسہ اخبار لاہور میں عیسائیوں کی تردید میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کا عنوان تھا۔ (حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات) ان دنوں غالباً اس مبحث پر کئی ایک مضامین مخالف اور موافق دونوں طرف سے نکلے تھے۔ اُس مباحثہ میں شاہجہانپور کے ایک غیر احمدی نے بھی ایک تحریر بہ تتمہ کے پیسہ اخبار میں چھپوائی تھی۔ جس میں یہ کوشش کی تھی کہ "حضرت مسیح علیہ السلام

صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔" اس پر قریباً چھ ماہ کی مدت گزرتی ہے۔ کہ شاہجہانپور کے ہی ایک معزز دوست* نے مجھکو فرمائش کی۔ کہ اس کی تردید لکھکر انکی خدمت میں بھیجدوں۔ اس اثنا میں ان کی طرف سے کئی خطوط پہنچے۔ مگر مجھے چونکہ فراغت نہ تھی۔ میں انکی اس فرمائش کی تعمیل سے قاصر رہا۔ بتوفیق الٰہی ان دنوں مجھے موقعہ ملا کہ انکے بار بار کے اصرار پر کچھ لکھ سکوں۔ امید ہے کہ یہ اوراق اس تاخیر کی تلافی کا موجب ہو جاوینگے۔

اس تحریر سے میرا یہ منشا نہیں کہ میں ان تمام مباحث کا اعادہ کروں جو آجتک اس باب میں پیش آچکے ہیں۔ میری غرض محض ان اعتراضات کا ازالہ کرنیکی ہے۔ جو ۵ر دسمبر ۱۹۱۰ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک غیر احمدی کی طرف سے ہم پر کئے گئے ہیں استیعاب کیواسطے سلسلہ احمدیہ کی دیگر مستقل تالیفات کی طرف احباب نظر مراجعت فرماویں۔ اور جن اصحاب کو اشتیاق ہو۔ انکا مطالعہ کریں۔ سو سب سے اول

حضرت مسیحؑ کے صلیبی نزاع میں چار گروہ کو تعلق ہے

سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی نزاع میں یہود مسیحؑ کے قاتل ہونیکے مدعی ہیں۔ اور وہ مسیح کو خوب جانتے تھے۔ انکے واسطے مسیح کوئی اجنبی شخص نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں بموجب کتاب توراۃ مسیح دعوئے نبوت میں جھوٹا تھا۔ اور وہ ہمارے ہاتھوں میں مارا گیا۔ نصاریٰ۔ یہود کے دعوئے قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ فرق صرف نتیجہ میں جاتے ہیں۔ یہود انکے قتل کو ان کے کذب کی دلیل گرداتنے۔ اور انکی موت کو لعنتی موت مانتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کی موت کو اپنی نجات کا ذریعہ اور اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں ذات مقتول میں کسی کو بھی فریقین میں سے اختلاف نہیں۔ گو بعض محققین نے موقع صلیب کے پیش آمدہ واقعات اور بعض تاریخی اسناد کی بنا پر مسیح کے صلیب پر چڑھانے کے بعد موت علی الصلیب سے انکار بھی کیا ہے۔ مگر عام مذہب وہی ہے غیر احمدی مسلمان

* سید حافظ مختار احمد صاحب

کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے + اور وہ آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح اور قتل دجال وغیرہ کے لیئے زمین پر اترینگے۔ غیر احمدی مسلمانوں کو ایک شخص کے صلیب پر مارے جانیکا اتفاق ہے۔ مگر ذات مقتول میں انکو یہود و نصاریٰ کیساتھ اختلاف ہے۔ اور وہ مدعی ہیں کہ مسیح کے بجائے ایک اور شخص مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا۔ اور اس موقعہ پر مسیحؑ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

اسجگہ مجھے یہ مقصود نہیں۔ کہ میں یہود اور نصاریٰ کے دلائل کا ذکر کروں۔ یا غیر احمدیوں کے متضاد بیانات کا تذکرہ کر کے انپر بحث کروں اور بتاؤں۔ کہ احمدی اس باب میں یہود اور نصاریٰ اور غیر احمدی مسلمانوں کیساتھ کیا کیا اختلاف رکھتے ہیں اور ان کے پاس اس امر کیواسطے کسقدر قوی شہادتیں ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ اس نزاع میں مستقل رسائل سلسلہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں اس تحریر میں مجھے صرف یہ بتانا مدنظر ہے۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے بحیثیت غیر احمدی ہونیکے ایک احمدی کے روزانہ پیسہ اخبار والے مضمون کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیحؑ کے صلیب پر نہ چڑھائے جانیکے دعویٰ کے اثبات میں کیا کیا دلائل دیئے ہیں اور ان میں کیا کیا غلطیاں ہیں۔ ان مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھکر میری آئندہ تحریر کو پڑھنا ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ

+ اس سے مراد موجودہ زمانہ کے ضدی مسلمان ہیں۔ ورنہ متقدمین کا اس باب میں اتفاق نہیں ہے ابوحیان القار شبہ مسیح کا منکر ہے اور صلیب اور قتل شبیہ کے بارے مین لکھتا ہے "لم یثبت بذلك عن رسول صلعم حدیث۔ ابوسعود نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ کوئی واقعہ ہی نہین ہوا کہ کوئی شخص قتل ہوا ہو۔ شبیہ کے قتل کا کیا نو کر طلیٰ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے ماقتلوہ یقینا ای ماقتلوا الذی شبہ لھم ابو علی الجبائی بھی القاشبہ کا منکر ہے امام فخر الدین رازی کی یہی رائے ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اکثر متکلمین کا یہی مذہب ہے۔ تفصیل کیواسطے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۸ لغایت ۲۱

شاہجہانپوری نامہ نگار کے تین دعوے

شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں تین دعوے کئے ہیں (۱) اول یہ کہ اسکا مضمون احادیث نبوی (صلعم) سے مبرہن کیا گیا ہے۔ اور احمدی کا مضمون خلاف احادیث نبی کریم صلعم لکھا گیا ہے۔ (۲) دوسری یہ کہ احمدی نے قواعد عربیت کا خلاف کیا ہے۔ اور نامہ نگار نے انکی پابندی کر کے احمدی کے مضمون کی تردید کی ہے (۳) تیسرے یہ کہ احمدی نے قرآن کریم کی تفسیر ین کتب سابقہ سے مدد لی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ان تینوں دعووں میں نامہ نگار کہانتک سچا ہے۔ اور ان امور کی اس نے خود کس حد تک پابندی کی ہے۔ اسکی تفصیل آگے آتی ہے؛

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعویٰ کے دلایل کی تردید کہ قرآن و حدیث سے یہود کا صرف یہ ایک خیال ثابت ہوتا ہے۔ کہ پہلے مسیح کو مارا۔ اور پھر مسیح صلیب پر چڑہایا گیا

احمدیوں کا اس باب میں کیا عقیدہ ہے۔ اسکا مفصل ذکر سلسلہ کی تالیفات میں بسط تمام کئی بار ہو چکا ہے۔ اور بتوفیقہٖ میں بھی نہایت مختصر لفظوں میں خاتمہ* میں اسکا کچھ بیان کرونگا مگر اسجگہ جو بات زیر بحث ہے۔ وہ یہ ہے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے صلیبی نزاع میں یہود کا جو خیال احادیث رسول (صلعم) اور آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ وہ مدعی ہیں۔ ہم نے مسیح کو پہلے مارا۔ اور پھر صلیب پر چڑہایا۔ اثبات دعوی میں۔ اول یہ دونوں آیتیں پیش کرتے ہیں۔ (۱) فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلافٍ ولاصلّبنّکم فی جذوع النخل (۲) لاقطعن ایدیکم و ارجلکم من خلافٍ ولاصلّبنّکم اجمعین۔ دوم حدیث ابن عباس وجاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ" اس پر ہماری بحث بالترتیب اول آیات پر ہوگی۔ اور پھر حدیث ابن عباس پر

آیات قرآن مجید سے یہ دعوی ثابت نہیں ہے

آپکا دعویٰ یہ تھا۔ کہ ان آیات سے یہود کا صرف یہ خیال ثابت ہوتا ہے

* دیکھو صفحہ ۲۱

کہ ہم نے مسیح علیہ السّلام کو پہلے مارا اور پھر صلیب پر چڑھایا۔ مگر قرآنی الفاظ شاہد ہیں۔ کہ ان دونوں آیتوں کو آپ کے اثبات دعویٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ ان دونوں آیات میں صلیب دینے سے پہلے قتل کرنیکا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ان آیتوں سے اگر کچھ ثابت ہے۔ تو صرف یہ کہ صلیب دینے سے پہلے تقطیع ایدی وارجل کا دستور تھا۔ (جو کہ دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی نہ تھا۔ پڑھو آیت انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہٗ ویسعون فی الارض ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف۔ کہ اس میں بنص صریح او یصلبوا کے بعد او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف بیان کرکے تقطیع ایدی وارجل کو ایک منفرد سزا تجویز کیا گیا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ تقطیع قبل الصلیب اور قتل قبل الصلیب دونوں کا ایک مفہوم ہرگز نہیں ہے قتل نام ہے اخراج الروح من البدن کا اور تقطیع نام ہے صرف پاؤں اور ہاتھ کے کاٹنے کا۔ یہ دونوں مترادف نہیں۔ پھر (۱) آیت فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنّکم فی جذوع النخل کے ترجمہ میں آپ خود لکھتے ہیں "ضرور میں تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو خلاف جانب سے کاٹونگا" جس سے ظاہر ہے۔ کہ آیت میں قتل قبل الصّلیب کا ذکر نہیں بلکہ تقطیع کا بیان ہے اور سنیئے (۲) اس بات کو آپ ایک اور مقام پر بھی محسوس کرتے ہیں۔ کہ آپکا دعویٰ درست نہیں۔ اور اسپر آپکی یہ عبارت گواہ ہے "اسوقت کا تمام دستور ہو رہا تھا۔ کہ اگر مجرم کو صلیب کی سزا دیجائے۔ تو پہلے اسکو دوسری تکالیف مثل قتل کے ہاتھ پیر کاٹنے کی سزا دے لیتے تھے۔ پھر صلیب پر چڑھایا کرتے تھے۔ اس میں آپ مانتے ہیں۔ کہ صلیب سے پہلے بعض تکالیف دیجاتی تھیں۔ نہ کہ سزائے قتل۔ گو آپ کی تحریر میں الفاظ دوسری تکالیف مثل قتل کے محض زیادت علی کتاب اللہ اور تقول ہی۔ کیونکہ ہاتھ پیر کاٹنے کے سوا قبل صلیب اور کوئی تکلیف دینا قطعًا قرآنی آیات سے ثابت

نہیں۔ ایک اور بات علاوہ ازیں جو آپ کی اپنی تحریر میں آپکے اس دعوی کے برخلاف پائی جاتی ہو کہ صلیب پر دینے سے پہلے قتل کا دستور تھا" یہ بھی ہے۔ کہ آپ لکھتے ہیں" الصلب الذی ہو تعلیق الانسان للقتل (ترجمہ) کہ قتل کی غرض سے انسان کو لکڑی پر چڑہانیکو صلیب کرنا کہتے ہیں" اگر آپکا یہ قول درست اور صحیح ہے۔ کہ صلیب پر چڑہانے سے پہلے قتل مجرم کا دستور تہا۔ تو بتائیے صلیب کے معنے میں للقتل کا کیا مطلب ہوگا۔ قتل مردہ تو ہوا نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ اگر صلیب کے وہ معنی صحیح ہیں جو آپنے کئے ہیں۔ تو آپ کا یہ دعوی ضرور غلط ہے۔ کہ قتل کرنیکا صلیب دینے سے پہلے انہیں دستور تھا۔ اور اس سے واضح ہو کہ آپکا یہ دعوی قرآنی آیات سے ہرگز ثابت نہیں۔ اگر آپکے پاس کوئی اور آیت ہو جس سے آپکا مدعا ثابت ہوتا ہو۔ تو اس سے دعوی کو مدلل کیجیے مگر آپ سے نا ممکن۔

ایک اور غلطی جو آپنے ان دونوں آیات کے پیش کرنیمیں کی ہے اسپر بھی آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی ان آیات میں یہود کے کسی دستور کا بیان نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں فرعون کی اس تخویف اور توعد اور تہدید کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اسنے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانیوالے سحرہ کو کی تہی جب کہ انھوں نے فرعون کے خلاف منشائے رب موسیٰ کو مان لیا۔ اور فرعون کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب فرعون کے اس قول سے آپ کا یہ ثابت کرنا کہ یہود میں یہ دستور تھا۔ آپ کی نہایت سوء فہم پر دال ہو اس کی مثال تو ایسی ہے۔ کہ ایک مجرم کسی شخص کو نقصان رسانی کی تخویف کرتا ہے۔ اور آپ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ شخص مخوف کا نقصان رسانی کی تخویف کرنا دستور ہو چکا ہے حالانکہ یہ نتیجہ واقعہ کے نقیض ہے پھر آپکے متدعیہ دستور (کہ صلیب کی ہر سزا سے پہلے قتل کا دستور تھا) کی تردید میں قرآن کریم کی سورہ مائدہ کی یہ آیت تلوار برہنہ ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم الآیۃ یہاں حرف او نے جو واسطے تردید کے ہوتا ہے۔ بتا دیا۔ کہ

صلیب اور قتل کی ہر دو سزائیں منفرد ہوتی ہیں۔ نہ کہ پس و پیش۔

حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ یہود کا یہ خیال تھا۔ کہ ہمنے مسیح کو پہلے مارا۔ اور پھر صلیب پر چڑہایا

دوسری دلیل میں آپنے لکھا ہے۔ کہ مرفوع حدیث ابن عباس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہود میں ایسا دستور تھا۔ اور اس کے الفاظ لکھے ہیں۔ جاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیه فقتلوه ثم صلبوه*۔ مگر آپنے یہ نہیں بتایا۔ کہ یہ کس قسم کی مرفوع حدیث ہے۔ حدیث کی اصطلاح سے شاید آپ واقف نہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ حدیث مرفوع کس چیز کا نام ہے تو آپ ایسا نہ لکھتے۔ حدیث مرفوع میں ضروری ہے۔ کہ سند روایت آنحضرت صلعم تک پہنچتی ہو۔ اسکا نام اگر کچھ رکھ سکتے ہیں۔ تو بس قول صحابی۔ مگر مجھکو اُسکے قول صحابی قبول کرنے میں بھی کلام ہے۔ جیسا کہ اسکی تفصیل بعد میں بیان ہوگی۔

دوسرے یہ کہ آپکے نزدیک جب صلب کے معنے (لاے تعلیق الانسان للقتل) میں قتل داخل ہے۔ تو کیونکر جائز ہے۔ کہ آپ اسکے خلاف ایسی دلیل پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ صلب کے معنے میں قتل داخل نہیں۔ کیونکہ جس صورت میں آپنے یہ مان لیا کہ قتل کا دستور صلیب چڑھانے سے پہلے تھا تو ساتھ ہی آپ کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ صلب کے معنے تعلیق الانسان للقتل صحیح نہیں۔ حالانکہ آپنے اس مضمون میں اسپر آگے چلکر بڑا زور دیا ہے۔ جس کی نسبت میں آگے چل کر بحث کرونگا۔ وان ھٰذا الا خبط عشواء۔

تیسرے یہ کہ قتل قبل الصّلیب۔ تو اس قول ابن عباس سے جب ثابت ہو۔ کہ پہلے

---

* میں نے آگے چل کر بتفصیل ثابت کیا ہے کہ یہ روایت دراصل نصرانیوں سے ازرد روایات تفسیری لیگئی ہے۔ چونکہ شخص نصرانی کی اس روایت (ابن کثیر) میں قتلوه ثم صلبوه کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ اخذوه فصلبوه آیا ہے اسلیئے اس روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے۔ کہ قتلوه ثم کی ایزادی لائق قبول نہیں نیز جب تحقیق سے شبیه مسیح اور قتل شبیه کی داستان ہی غلط ثابت ہوگئی۔ تو یہ جھگڑا ہی فضول ٹھہرا۔ اور اس سے مخالف کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ منہ

اخذ شبیہ کا واقع ثابت ہو چکا ہے۔ حالانکہ دوسری روایات اس قسم کی موجود ہیں۔ جن سے شبیہ اور ماخوذی شبیہ کا واقع ہی غلط ثابت ہوتا ہے۔ مختصر دلائل یہ ہیں۔

ا۔ یہ کہ ابوحیان اپنی تفسیر بحر المحیط میں لکھتے ہیں۔ کان عیسیٰ علیٰ طور سینا وھبت ریح فھرول فرفعه الله فی ھرولته وعلیه مدرعة۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ طور سینا پر تھے۔ کہ ایک تیز ہوا چلی۔ آپ وہاں سے دوڑے۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو اسی حالت میں اٹھا لیا۔ دیکھیئے۔ ابوحیان کی اس روایت میں نہ شبیہ کا ذکر ہے۔ اور نہ اخذ شبیہ کا۔ اور نہ قتل کا اور نہ صلیب پر چڑھانیکا۔ اور نہ کوئی ایسا موقعہ ہے جس میں شبیہ کا تجویز کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو۔ کیونکہ مسیح کسی کوٹھری میں نہیں تھے۔ کہ اخفاے راز کے لیئے القائے شبہ کی ضرورت ہوتی۔

۲۔ یہ کہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ قال ابو علی الجبائی۔ ان رؤساء الیھود اخذوا انسانا فقتلوہ وصلبوہ علیٰ موضع عال ولم یمکنوا احدًا من الدنو منه فتغیرت حلیته وقالوا انا قتلنا عیسیٰ لیوھموا بذلك علیٰ عوامھم لانھم کانوا احاطوا بالبیت الذی یه عیسیٰ فلما دخلوہ ولم یجدوہ فخافوا ان یکون ذلك سببًا لایمان الیھود ففعلوا ما فعلوا۔

روح المعانی کی اس روایت کا حاصل بھی یہی ہے کہ شبیہ اور اخذ شبیہ کا واقع غلط ہے نہ وہاں کسی شخص پر حضرت مسیح کی شبہ ڈالی گئی اور نہ کسی شبیہ کی گرفتاری کا واقع پیش آیا۔ بلکہ جب یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنا چاہا۔ اور آپ کی گرفتاری کیواسطے گھر میں داخل ہوئے۔ تو آپکو نہ پایا۔ اور نہ وہاں کسی ایسے شخص کو پایا۔ جو حضرت مسیح کا القاء شبہ کیوجہ سے شبہ تھا۔ اس خوف سے کہ مبادا عوام یہود میں سے کوئی مرتد نہ ہو جائے۔ انہوں نے ایک انسان کو گرفتار کر کے ایک اونچی جگہ پر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور اس کے نزدیک کسی کو نہ آنے دیا جب اس مصلوب کی ہیئت اور صورت بدل گئی۔ تو عوام کو دھوکہ اور مغالطہ میں رکھنے کے لیئے کہدیا گیا۔ کہ حضرت مسیح کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔ اس روایت سے

گو اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے انہوں نے مار ڈالا تھا۔ اگرچہ یہ اصل بھی غلط ہے مگر یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ وہ شبیہ المسیح تھا۔ بلکہ روایت کے الفاظ میں اس سے انکار ظاہر ہے۔ ۳۔ ابو حیان اس بحث شبیہ میں کیا ایک لطیف فقرہ لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں "اختلف الرواۃ فی کیفیۃ القتل والصلب ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیٔ غیر مادل علیہ القرآن" ایک اور مقام پر فرماتے ہیں لم نعلم کیفیۃ القتل ولا من القی علیہ الشبہ ولم یفہم بذلک حدیث۔ ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ القاء شبہ کے باب میں کوئی حدیث بھی آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں گو راویوں کا اسباب میں بہت سا اختلاف ہے سوائے اسکے کہ جو کچھ الفاظ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے ابن عباس کے ایک غیر معتبر قول کو جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اور جسکی نسبت پوری بحث بعد میں ہوگی اپنے مضمون میں نقل کرکے آپنے اسپات پر ناحق شور ڈالا ہے۔ کہ دیکھو ایک احمدی نے نبی کریم صلعم کی حدیث کے خلاف کیا ہے۔ اب بتایئے کہ آپ کی اس فرضی حدیث کو مفسرین نے کہاں تک مانا ہے۔ آپ تو ابن عباس کے قول کو نبی کریم کی حدیث بنانیکی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آپکے پہلے مفسرین صاف اعتراف کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ اسباب میں اختلاف ہے۔ اسکے ذمہ وار راوی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات گرامی سے اس باب میں ایک حدیث بھی ثابت نہیں۔ کیا آپکے نزدیک ان لوگوں کی جنکی یہ رائے ہے۔ ابن عباس کی روایت کی اطلاع نہیں حالانکہ آپکی یہ روایت (جسکی حقیقت کو آگے چل کر میں اور بھی انشاء اللہ کھول کر بتاؤنگا) انہی کی کتابوں سے لیگئی ہے۔ کیا آپکے نزدیک یہ مفسرین بھی اسی طرح مورد الزام ہیں جسطرح آپنے ایک احمدی پر الزام لگایا ہے۔ امید ہے کہ اگر آپ میں کچھ بھی انصاف ہوگا تو آئندہ آپ یہ کبھی نہ کہینگے کہ ابن عباس کا یہ قول "جاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ" رسول کریم کی مرفوع حدیث ہے۔ تفاسیر کے بعض اور اقوال آپ کی تردید

میں نقل کرکے بحث کے اس حصہ کو اب ختم کرتا ہوں۔ بحر المحیط میں ہے۔

۴۔ قیل لم یلق شبہ علیٰ احدٍ و انّما معنی ولکن شبہ لھم ای شبّہ علیھم الملک المُخرِق لیستدیم بما نقص واحد من العِدۃ وکان بادر بصلب واحدٍ ابعد الناس عنہ وقال ھٰذا عیسیٰ وھٰذا القول ھو الذی ینبغی ان یعتقد فی قولہ ولکن شبّہ لھم اما ان القی شبہ علی شخص فلم یصح ذٰلک عن رسول اللہ صلعم فیعتمد علیہ۔ اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مسیح کی شبہ کسی اور شخص پر ہرگز نہیں ڈالی گئی۔ اور نہ اس باب میں نبی کریم صلعم کی ایسی کوئی حدیث ثابت ہوئی ہے۔ جس پر کہ اعتماد کرسکیں۔ فتدبر و تفکر۔ امام فخر الدین رازی بھی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (۵)، قال کثیر من المتکلمین "ان الیھود لما قصد وا قتلہ رفعہ اللہ تعالیٰ الی السّماء فخاف رؤساء الیھود من وقوع الفتنۃ من عوامھم فاخذوا انساناً وقتلوہ ولبسوا علی الناس انہ المسیح والناس ماکانوا یعرفون المسیح الا بالاسم لانہ کان قلیل المخالطۃ للناس" اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اکثر متکلمین نے شبیہ المسیح کے واقعہ سے انکار کیا ہے اور القاء شبہ کے منکر ہیں امام فخر الدین رازی اپنی رائے اس معاملہ میں یہ لکھتے ہیں۔ کہ "جسقدر وجوہ اس باب میں بیان کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب متعارض اور متدافع ہیں۔ اور کوئی بھی لایق اعتبار نہیں۔ (۶)، تفسیر ابوسعود میں بعض مسلمانوں کا یہ مذہب درج ہے جو نہایت ہی توجہ کے لائق ہے لم یُقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین الناس۔ کہ دراصل کسی شخص کا بھی قتل نہیں ہوا تھا۔ لیکن افواہ اڑا دی گئی ہے۔

آخر میں میں یہ بھی کہدینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ جب قرآن کریم کی آیات سے قطعی طور پر اس سلسلہ کی تالیفات میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنی طبعی موت سے حسب وعدہ الٰہی انّی متوفّیک کے وفات پا چکے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ نبی صلعم سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ نہیں اور آیت

فلما توفیتنی اور حدیث معراج وغیر ذالک اور ابن عباسؓ کی تفسیر متوفیک ممیتک جیسا کہ انکی تفصیلات تصنیفات سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ انکو وفات یافتگان میں داخل کر چکے ہیں اور یہ امر بھی بہ براہین ثابت ہو چکا ہے۔ کہ واقع صلیب حضرت مسیح کی ہی ذات پر گزرا ہے۔ تو اب ان باتوں کے پیش کرنیسے کیا حاصل ہوگا۔ ایسی روایات کے پیش کرنیسے نہ معلوم ہماری مخالفوں کو کیوں شرم نہیں آتی سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعوی کے دلائل کی تردید کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑہائے گئے۔

اس دعوے کے اثبات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑہائے گئے۔ بلکہ آپکا کوی شبیہ سولی دیا گیا تھا۔ شاہجہانپوری نامہ نگار دو دلیلیں پیش کرتا ہے۔ اول آیت ماقتلوہ وما صلبوہ۔ جسکا ترجمہ کیا ہے "مسیح علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ انہوں نے صلیب پر چڑہایا۔ دوم۔ وہی قول ابن عباس جسکو نامہ نگار حدیث ابن عباس بتاتا ہے۔ اور اسکی نسبت لکھتا ہے۔ کہ یہ حدیث نسائی کی ہے۔ اور قول ابن عباس کو حدیث مرفوع بنانیکی غرض سے لکھتا ہے "حضرت ابن عباس وہ صحابی ہیں کہ اگر آپ کوئی قصہ بیان کرتے ہیں تو کبھی اہل کتاب سے اس کو نہیں نقل کرتے۔ اور اہل کتاب سے نقل کرنیکو دوسری لوگونکو منع فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ قصہ ابن عباس اہل کتاب سے نقل نہین کرتے ہیں اب ضروری ہو کہ یا تو اپنی عقل سی انہوں نے بیان کیا ہو۔ یا رسول صلعم سی سُنکر عقل سی تو بیان کر نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے اس میں عقل کو دخل نہیں۔ بلکہ اور عام قانون الہی کے خلاف۔ پس ضروری ہو۔ کہ رسول صلعم سے سن کر فرماتے ہیں اور جب رسول صلعم سے سُن کر فرماتے ہیں تو اسکی حجت ہونیمیں کیا کلام ہے اس کی تائید میں سخاوی کا یہ قول بھی پیش کیا ہے کہ جن اصحاب کی اہل کتاب سے نقل کی عادت نہو وہ اگر کوئی قصہ بیان کریں۔ تو وہ حدیث مرفوع ہو جاتی ہے"۔ اس پر ہماری بحث اس طرح ہو گی۔ پہلے قول

ابن عباس پر گفتگو ہوگی۔ پھر آیت قرآنی پر۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ آیت ماقتلوہ وما صلبوہ میں صلبوہ کا ترجمہ نہ انہوں نے صلیب٭ پر چڑھایا۔ در اصل اسی قول پر نامہ نگار نے متفرع کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں حدیث٭ ابن عباس جسکو نسائی نے روایت کیا ہے یہ ہے۔

حدیث ابن عباس پر بحث

لمّا اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السّمآء خرج الی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلاً خرج علیہم من عین فی البیت ورأسہٗ یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشرۃ مرۃ بعد ان اٰمن بی ثم قال ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی فیکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثہم سنّاً فقال اجلس ثم اعاد علیہم ثم قام الشّاب فقال اجلس ثم عاد علیہم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السّمآء (نسائی) اس روایت میں مجھکو کئی طرح سے کلام کرنا ہے۔ ا۔ سب سے اوّل تو یہ بات ثبوت طلب ہے کہ آیا یہ قول ابن عباس نسائی میں موجود ہے؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ قول نسائی میں ہرگز نہیں ہے (۲) دوم نامہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مرفوع نہیں۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ ابن عباس رضؓ تک اسکی سند پہنچتی ہے۔ تب بھی اسکو قول ابن عباس کہینگے۔ نہ کہ حدیث مرفوع۔ کیا اصول حدیث میں کسی نے یہ بات لکھی ہے۔ کہ جو بات کوئی صحابی بیان کرے اسکو سمجھ لیا جاویگا۔ کہ وہ حدیث مرفوع ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ (۳) تیسرے یہ دعویٰ غلط ہے۔ کہ ابن عباس اہل کتاب سے نہیں لیتے۔ تفسیر ابن جریر طبع مصر جلد ۷ صفحہ ۱۶ میں مندرجہ

٭ سارے مضمون میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے قول ابن عباس کو حدیث سمجھکر ہر جگہ حدیث مرفوع لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے منہ

٭ میرے نزدیک جو ترجمہ صحیح ہے اس کے واسطے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳ تا نہایت ۲۴۱

ذیل روایت درج ہے حدثنا ھنا وقال ثنا عبیدۃ بن عبید عن عماد الذھبی عن رجل عن کریب قال دعانی ابن عباس فقال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم من عبد اللہ بن عباس الی فلان حبرھما سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد قال فقلت تبدأہ تقول السلام علیک فقال ان اللہ ھو السلام ثم قال اکتب سلام علیک اما بعد فحدثنی عن مستقر و مستودع قال ثم بعث بالکتاب الی الیھودی فاعطیتہ ایاہ فلما نظر الیہ قال مرحباً بکتاب خلیلی من المسلمین فذھب بی الی بیتہ ففتح اسقاطاً لہ کبیرۃ فجعل یطرح تلک الاشیاء لا یلتفت الیھا قال قلت ما شانک قال ھذہ اشیاء کتبھا الیھود حتی اخرج سفر موسیٰ قال فنظر الیہ مرتین فقال المستقر الرحم انتھی موضع الحاجۃ

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ ابن عباسؓ اہلِ کتاب سے قرآن مجید کی تفسیر اور آیتکے معانی پوچھ لیتے تھے۔ اور اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ابن عباس جب ایسے الفاظ کے معانی بھی ان سے دریافت کرلیتے تھے۔ کہ جنکی نسبت اہل کتاب کو اوروں کی نسبت کوئی خاص علومات حاصل نہوتے۔ تو کیا یہ قرین عقل نہیں ہے کہ جو واقعات اہل کتاب کے گھر میں ہوئے اور جنکا علم ان سے بہتر کسی اور کو ہونا ناممکن تہا۔ ان کی بابت ابن عباس نے ضرور انہی سے یہ واقفیت حاصل کی ہے چنانچہ اس سے آگے چلکر کسی قدر ثبوت بھی دیتا ہوں۔ امید ہے کہ نامہ نگار صاحب اسکو بغور ملاحظہ کرینگے

۴۔ چہارم یہ کہ ابن عباس سے اس نزاع میں کئی روایتیں مروی ہیں ایک وہ روایت جسکو آپنے نقل کیا ہے اور میں اسکو اوپر لکھ چکا ہوں۔ دو اور روایتیں ہیں جنکو آپ چھوڑ گئے ہیں۔ ان تینوں روایتوں میں واقعات کا اسقدر اختلاف ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک شخص کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں۔ اور اسلیئے باہم متعارض اور متدافع ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔ اذا تعارضا تساقطا۔ سنیئے۔

ابن عباس کی جس روایت کو ابو سعود نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے " لما قصد ملك بنی اسرائیل قتله علیه السّلام امره جبریل ان یدخل بیتاً فیه روزنة فرفعه جبریل من تلك الروزنة الی السّماء فقال الملك لرجل خبیث منهم ادخل علیه فاقتله فدخل فالقی الله عزّ وجلّ شبهه علیه فخرج یخبرهم انه لیس فی البیت فقتلوه وصلبوه۔ اور لیجئے ابن عباس کی تیسری روایت جسکو خازن نے نقل کیا ہے قال ابن عباس ان عیسٰی استقبل رهطاً من الیهود فلمّا راوه قالوا قد جاء الساحر ابن الساحرة والفاعل ابن الفاعلة فقذفوه وامه فلمّا سمع عیسٰی ذٰلك دعا علیهم ولعنهم فمسخوا خنازیر فلمّا رای ذٰلك یهودا راس الیهود وملکهم فزع لذلك وخاف دعوته فاجتمعت کلمة الیهود علی قتل عیسٰی وثاروا الیه لیقتلوه فبعث الله عزّ وجلّ جبریل فادخله خوخة فی سقفها روزنة فرفعه الله من تلك الروزنة وامر یهودا ملك الیهود رجلاً من اصحابه یقال له ططیانوس ان یدخل الخوخة فیقتله فیها فلمّا دخل لم یرَ عیسٰی وابطأ علیهم فظنّوا انه یقاتله فیها والقی الله علیه شبه عیسٰی فلمّا خرج ظنوا انه عیسی فاخذوه وقتلوه وصلبوه۔ اب آپ ان دونوں روایتوں عباس کو لیکر اس روایت سے مقابلہ کیجئے جس کو آپ نے نقل کیا ہے۔ اور بتایئے۔ کہ ان تینوں روایتوں میں جو ابن عباس کے نام پر مروی ہیں کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ کیا ان پچھلی دونوں روایتوں میں (۱) حضرت مسیح کا اپنے اصحاب کے پاس جانا مذکور ہے اور (۲) کیا ان میں کسی چشمہ کا ذکر کیا گیا ہے جس میں غوطہ لگا کر حضرت مسیح حواریوں کے گھر میں پہنچے ہوں اور (۳) کیا ان روایتوں میں بارہ حواریوں کا بیان ہے جن میں ایک کی نسبت بتایا گیا ہو کہ وہ میرا کفر کریگا۔ (۴) کیا ان میں یہ کہیں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا ہو کہ

تو میرا شبیہ بن جا۔ اور میری جگہ ناحق اور بیگناہ مارا جا۔ (۵) کیا کسی نوجوان کا ان پہلی روایتوں میں کوئی تذکرہ ہے جسکو یہ وعدہ دیا گیا ہو۔ کہ تو میرے درجہ میں میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

علی ہذا میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ خازن نے ابن عباس کی جس روایت کو نقل کیا ہے۔ کیا اس کے مندرجہ ذیل واقعات آپ والی روایت میں مذکور ہے۔ جنکا تذکرہ کہ خازن والی روایت میں بتصریح موجود ہے کہ (۱) مسیح کی بد دعا سے یہودیوں کی ایک جماعت بصورت خنزیر ہو گئی۔ اور مسیح نے ان پر لعنت کی تھی۔ (۲) یہودیوں نے کمیٹی کی کہ مسیح کو مارنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسکی دعوت کو قبول کرنے لگیں۔ (۳) یہودیوں نے مسیح کے کسی حواری کو نہیں مارا۔ بلکہ انکا اپنا ایک آدمی مسیح کی شبیہ بنگیا۔ اور اس کو انہوں نے قتل کر دیا اور صلیب دیدیا۔ وغیر ذالک جنکو میں فضول سمجھکر ترک کرتا ہوں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ ابن عباس کی اس روایت کا ماخذ جسکی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ابن جریر ہے۔ مگر وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ اس باب میں جس قدر بھی اقوال منقول ہوئے ہیں۔ انمیں وہب ابن منبہ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کے سوا جسقدر اقوال ہیں بعید از صواب ہیں اب آپ بتائیے کہ کیا ابن جریر کی رائے آپ کے نزدیک لائق قبول ہے یا نہیں۔ ۶۔ ششم اتقان میں امام سیوطی فرماتے ہیں ھٰذہٖ التفاسیر الطوال التی اسندوھا الی ابن عباس غیر مرضیۃ و رُواتھا مجھول۔ کہ یہ لمبی لمبی روایتیں جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں ناپسندیدہ ہیں اور انکے راوی نامعلوم اور مجہول ہیں۔ آپ تو مطلقاً لکھتے ہیں۔ کہ ابن عباس کی روایات قصص کے باب میں حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں۔ مگر دیکھیئے ابن عباس کے ان لمبے لمبے روایات کی بابت امام سیوطی کیا لکھ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور سنئیے مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۵۰۹ میں لکھا ہے اوھی طرق تفسیر ابن عباس طرق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیہ محمد ابن مروان السدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب و بعدہٗ مقاتل بن سلیمان مع ان فی

مقاتل مذاھب ردیّہ' امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ تفسیر الکلبی من اولہ الیٰ آخرہ کذب لا یحل النظر فیھا" ان عبارات کی نقل سے میرا ادعا یہ ہے۔ کہ آپ نے ابن عباس کے نام کی روایات کے متعلق جو غلط دعوٰی کیا ہے کہ وہ مطلقاً بحکم حدیث مرفوع ہیں۔ آپ پر واضح ہو جاوے۔ کہ یہ صحیح نہیں اور جو آپ نے لکھا ہے از سرتاپا غلط ہے۔

۷۔ ساتویں یہ کہ ابن عباس کے اس قصہ کا اصل ناقل مفسرین میں صاحب تفسیر ابن جریر ہے۔ اور اسکی نسبت نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم لکھتے ہیں قد رُویت قِصّتہٗ عن عیسیٰ من طرق مختلفۃ وساقھا عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر علیٰ صفۃ قریبۃ معانی الانجیل جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ روایت ابن عباس کی آنحضرت صلعم سے نہیں۔ بلکہ اہل انجیل سے لیگئی ہے۔ ۸۔ اسبات کیواسطے کہ یہ روایت اہل کتاب سے لیگئی ہے نمبر ۶ کے علاوہ اور بھی کئی ثبوت موجود ہیں۔ (۱) اول اسبارہ میں جسقدر روایات ہیں جن میں ابن عباس کی روایتیں بھی داخل ہیں۔ انمیں باہم سخت تناقض ہے۔ اور امام شوکانی فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں ھٰذہ التفاسیر المتناقضۃ لعلّھا وصلت الی ھولاء الاعلام من جھۃ الیھود اقماھم اللہ فجاؤا بھذہ الامور لقصد التلاعب بالمسلمین والتشکیک علیھم وھکذا کل منقول عن بنی اسرائیل متناقضٌ ویشتملُ علےٰ ما لا یعقل فی الغالب ولا یصح ان یکون مثل ھٰذہ التفاسیر المتناقضۃ مرویا عن النبیّ صلعم ولا رأیا ولا قائلہٗ فھم اجل قدرًا من التفسیر بالرای و مما لا مجال للاجتھاد فیہ ولا حاجۃ الی رکوب ھٰذہ الامور المعسفۃ المتناقضۃ" اس منقولہ عبارت میں امام شوکانی صاحب نے کئی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے (۱) اول یہ

---

* اس عبارت کو نامہ نگار اپنے مضمون کے منقولہ قولِ سخاوی الصحابی الذی یکون کذلک اذا اخبر بما لا مجال للرای والاجتھاد فیہ یکون للحدیث حکم الرفع" کے ہمراہ ملاکر غور فرماویں تو انکو اسکی حقیقت معلوم ہوجائیگی۔ منہ

بتایا ہے۔ کہ یہ ناممکن ہو کہ نبی کریمؐ سے متناقض تفسیریں منقول ہوں اسواسطے بطور اصول یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جہاں متناقض تفسیریں کسی آیت میں منقول ہوں وہ نبی کریمؐ سے ہرگز بروایت صحیح نقل نہونگی۔ بلکہ دشمنانِ دین کی کارستانی ہوگی۔

(۲) دوسرے یہ بتایا ہے کہ اہل کتاب دین اسلام اور مسلمانوں کیساتھ تلاعب کی غرض سے اس قسم کے روایات کو بیان کردیا کرتے تھے۔ جسمیں علی العموم نہایت غیر معقول باتیں ہوتی تھیں (۳) بنی اسرائیل کی اس قسم کی روایات کی بڑی تین پہچانیں بتائی ہیں۔

(۱) کل منقول عن بنی اسرائیل متناقض (۲) ویشتمل علی ما لا یعقل فی الغالب (۳) لا یصح ان یکون مثل ھٰذہ التفاسیر المتناقضۃ مرویاً عن النبیؐ۔

اب ہم یہ انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں۔ کہ اس بارہ میں جو روایات اقوال منقول ہیں وہ اس طرح کی ہیں یا نہیں (متناقض روایات کا ایک خاکہ آگے چل کر کھینچونگا) اسکو غور سے پڑھیئے (۲) دوسرا ثبوت اسبات کا یہ ہے۔ کہ ابن کثیر میں ایک روایت ہے۔ جو اس طرح ہے۔ قال ابن اسحاق وحدثنی رجل کان نصرانیاً فاسلم ان عیسیٰ حین جاءہ من اللہ انی رافعک قال یا معشر الحواریین ایکم یحب ان یکون رفیقی فی الجنۃ علی ان یشبہ للقوم فی صورتی فیقتلوہ فی مکانی فقال سرجن انا یا روح اللہ قال فاجلس فی مجلسی فجلس فیہ ودفع عیسیٰ فدخلوا علیہ فاخذوہ فصلبوہ فکان ھو الذی صلبوہ وشبہ لھم" نصرانی کے یہ الفاظ آپ اپنی فرضی حدیث ابن عباس سے ملاکر مقابلہ کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ ابن عباس کی روایت بھی در اصل انہی سے لیگئی ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک شہادتیں اس امر کیواسطے موجود ہیں۔ کہ یہ روایت اہلِ کتاب سے لیگئی ہے مگر میں انکو تطویل کیوجہ سے چھوڑتا ہوں۔

(۹) اس روایت ذقول ابن عباس جسکو مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور جو زیر بحث ہے) ابن عباس میں بیان ہوا ہے۔ فالقی علیہ شبہ عیسیٰ۔ یعنی ایک حواری پر

حضرت مسیح کی شبیہ ڈالی۔ اور میں سابق میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ شبیہ مسیح میں اس قدر مختلف خیال ہیں۔ کہ بعض نے اسبات سے بھی انکار کر دیا ہے۔ کہ کوئی شخص قتل ہوا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے القاء شبہ اور اس پر متفرع واقعات کو نہایت لغو سمجھا ہے۔ پھر ابو حیان اور ابو علی الجبائی امام فخرالدین رازی اور جمہور متکلمین کا جو مذہب اس بارے میں ہے۔ اسکو بھی نقل کر چکا ہوں۔ انکی تفصیل پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ محققین ان باتوں کو ہمیشہ سے بیہودہ اور لغو سمجھتے آئے ہیں

(۱۰) دسویں یہ کہ ابن عباس کی یہ روایت ان کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے جو باعتبار صحت و شہرت و قبول کے طبقہ رابعہ کی کتابیں ہیں اور جنکی نسبت حضرت شاہ عبدالعزیز عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں "طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود۔ و متاخران آنرا روایت کردہ اند۔ اور پھر فرماتے ہیں "ایں احادیث قابل اعتماد نیستند۔ کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بانہا تمسک کردہ شود" پھر فرماتے ہیں "ایں قسم احادیث راہ بسیاری از محدثین زدہ است و بجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود اند۔ مغرور شدہ حکم تواتر آنہا نمودند و قطع یقین بداں تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی و ثانیہ و ثالثہ مذہبے بر آوردہ اند و دریں قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند برخے را بشمارم" پھر فرماتے ہیں "بیشتر رسالہ موضوع احادیث در باب مناقب و مثالب و در تفسیر و بیان اسباب نزول و در باب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین و غیر ذلک نیز ایں حادثہ رو دادہ"

سنیئے۔ آپ نے ابن عباس کی روایت کو حدیث مرفوع بنانیکے واسطے ایک قیاس چلایا تھا۔ اور لکھا تھا "ضروری بات ہے کہ ابن عباس نے یا اپنی عقل سے یہ قصہ بیان کیا ہے یا رسول اللہ صلعم سے سنکر۔ عقل سے تو بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے۔ اس میں عقل کو دخل نہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم سے سنکر فرماتے ہیں اور جب

* تفسیر ابن جریر کو بھی جو آپ کی روایت کا ماخذ ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طبقہ میں کہتے ہیں۔

رسول اللہ سے سن کر فرماتے ہیں۔ تو اسکی حجیت میں کیا کلام ہے؟" مگر دیکھیے شاہ صاحب بالکل اسکے برخلاف لکھتے ہیں (۱) تاریخ اور قصص انبیاء، سابقین اور تفسیر میں اکثر احادیث (اور زیر بحث روایت تو حدیث بھی نہیں محض ایک قول ہے) موضوع ہیں۔ اور ان میں نہایت مساہلہ سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی استثنا نہیں کرتے۔

۲- دوسرا نتیجہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ احادیث طبقہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے خلاف جو مذہب یا عقیدہ اس طبقہ رابعہ کی احادیث پر مبنی ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں۔ اور جن محدثین نے ان احادیث سے تمسّک کر کے کوئی مذہب یا عقیدہ قائم کیا ہے۔ انہوں نے ٹھیک نہیں کیا (۱) صحیح بخاری میں آنحضرت صلعم کا شب معراج میں حضرت مسیحؑ کو اموات میں دیکھنا مرفوعاً مروی ہے۔ (۲) صحیح بخاری میں جو طبقہ اولیٰ کی کتاب حدیث ہے۔ ابن عباس کی مرفوع حدیث مروی ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ اقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ ابن مریم و کنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علیٰ کل شیءٍ شہیدٌ۔ جس سے صاف طور پر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات ثابت ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ اس کے برخلاف طبقہ رابعہ کی کسی حدیث کو کیونکر لائق وثوق سمجھا جاوے۔ جب کہ کمّل محدثین کا یہ فیصلہ ہے۔

(۱) اگر آپ ابن عباس کی روایت (قول ابن عباس) پیش کرتے ہیں تو بتائیے ساتھ ان روایات کو کیوں پیش نہیں کرتے ہیں جن سے وفات حضرت مسیحؑ ثابت ہو رہی ہے اور آپ کے اس قصہ کی پوری تردید ان سے ہوتی ہے جنمیں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) اوّل عن عائشۃ رضؓ انہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ رضؓ ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ و انّہ عارضنی بالقرآن العام مرتین و اخبرنی انہ لم یکن نبی الّا قد عاش نصف الذی قبلہ و اخبرنی انّ عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ ولا ازی الّا ذاھباً علیٰ راس الستّین (۲) مرفوع حدیث میں ہے۔ لو کان عیسیٰ و موسیٰ

حیّین ما وسعہما الا اتباعی (۳) عن ابن عمرؓ ان عیسیٰ عاش مائۃ وعشرین سنۃ (اصابہ)
(۴) قال مالک رحمۃ اللہ عیسیٰ مات وتمسّک ابن حزم بظاهر الآیۃ وقال بموتہ۔
(۵) حضرت ابن جریر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۷۶۹ جلد دوم میں ایک کتبہ کا ذکر کرتے ہیں جسمیں یہ عبارت لکھی ہے ھٰذا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ارسل الیٰ هٰذہ البلاد (۶) شرح عقائد نسفیہ میں ہے۔ نقلوا انہٗ صُلیبَ حیًّا وبقی بعد الصّلیب وقبل الموت مدۃ طویلۃ

صلبوہ کے ترجمہ شاہجہانپوری پر میری التماس

قول ابن عباس مذکورہ بالا پر بحث کرنیکے بعد اب میں چاہتا ہوں کہ آیت ماقتلوہ وما صلبوہ سے جو استدلال شاہجہانپوری نامہ نگار نے کیا ہے۔ اور اس بارہ میں جو کچھ انکی تحریر ہے۔ اسپر کچھ عرض کروں۔ آپ لکھتے ہیں آیت ماقتلوہ وما صلبوہ میں صلبوہ کا ترجمہ ہے "مسیح علیہ السلام کو انہوں نے صلیب پر نہیں چڑھایا" اور اس ترجمہ کی صحت کیواسطے آپنے بزعم خود کئی ایک دلیلیں بھی لکھی ہیں جن پر نمبروار ذیل میں عرض کرتا ہوں۔ پہلی دلیل آپ نے یہ دی ہے۔ کہ مفردات راغب میں لکھا ہے الصّلب الّذی ھو تعلیق الانسان للقتل جسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔ انسان کو لکڑی پر چڑھانیکو صلیب کرنا کہتے ہیں قتل کی غرض سے۔ حاصل اسکا یہ ہے۔ کہ مصلوب صرف اُسی کو نہیں کہتے جو قتل کیواسطے صلیب پر لٹکایا جاکر صلیب پر ہی جان دیدے۔ بلکہ اسکی دو فرد ہیں۔ ایک وہ جو صلیب پر مر جاوے۔ اور ایک وہ جو اس پر نہ مرے اور زندہ ہی اُتار لیا جاوے۔ یعنی جس طرح مصلوب کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے۔ جو صلیب پر ہی مرجاوے۔ اسی طرح اس لفظ کا اطلاق اسپر بھی ہو سکتا ہے۔ جو صلیب پر قتل کیواسطے لٹکایا گیا ہو گو صلیب پر اسکی موت واقع نہو اور وہ زندہ ہی اُتار اجائے جسطرح کہ ہم احمدی مانتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر بغرض قتل چڑھایا گیا۔ مگر خدا نے بحکمت وقدرت وتصرف مشیّت آپکو صلیبی موت سے محفوظ رکھا۔ جو یہود کی اصل غرض تھی۔ یہی اصل دلیل ہے جسکا اسجگہ تصفیہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ شخص مصلوب کہلاسکتا ہے یا نہیں جو صلیب پر صرف لٹکایا گیا ہو۔ اور مرے نہیں۔ اگر یہ ثابت ہوگیا

ہو محض صلیب پر لٹکانے سے بھی صَلب کا مفہوم متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ایک نہج سے میں اس امر کا اعتراف کر لونگا۔ کہ ماصلبوہ کا جملہ جس طرح حضرت مسیح کی موت علی الصلیب کی نفی کرتا ہے۔ اسی طرح تعلیق بلاموت کا بھی نافی ہے۔ سینئے صلب کے معانی میں مفردات راغب میں محض تعلیق الانسان للقتل کے موجود ہونیسے یہ نتیجہ نکالنا کہ بلاموت علی الصلیب کے بھی مصلوب کا اطلاق شخص معلق علی الصلیب پر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ان ادلہ کے جنکا بعد میں ذکر ہوگا خود اس کتاب کے رو سے بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ جس کے بعض وجوہ یہ ہیں۔ (۱) الصّلب الذی ہو تعلیق الانسان للقتل قیل انما ھو من صلب الودك جس سے ظاہر ہے کہ صلب اسی تعلیق کو کہینگے جس میں شخص معلّق کی چربی بھی ہو (۲) دوسرے یہ کہ مفردات راغب میں آیت (۱) لاصلّبنّکم اجمعین اور (۲) لاصلبنّکم فی جذوع النخل اور آیت (۳) ان یقتّلوا او یصلّبوا اور (۴) آیت ماصلبوہ کو تمثیل کے ایک ہی سلک میں منسلک کیا گیا ہے۔ جس سے صاحب مفردات کا یہ منشا ظاہر ہوتا ہے کہ صلب کے جو معنی ان دوسری آیات میں ہیں۔ وہی ماصلبوہ میں ہونگے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ ماصلبوہ کے سوا جو تینوں آیتیں مذکور ہیں۔ ان میں محض تعلیق للقتل ہرگز مراد نہیں۔ بلکہ قتل علی الصلیب مراد ہے (۳) تیسرے یہ کہ مفردات راغب میں صلب کے اصلی اور مقدّم معنے استخراج ودک (چربی نکالنا) لکھتے ہیں۔ جو کہ محض تعلیق للقتل میں متحقق نہیں ہو سکتے جب تک کہ موت ساتھ واقع نہو اور اصلی معنی کا بلا وجہ ترک کرنا ناجائز ہے۔ اب دیگر آئمہ لغت کی تصریح پر غور کیجئے (۱) الصّلب ھذہ القتلة المعروفة لان ودکه وصدیدہ یسیل (۲) الصلب اصله الودك (۳) سمّی المصلوب لما یسیل من ودکه (۴) الصّلیب الودك فی حدیث انّه استفتی فی استعمال صلیب الموتیٰ۔ اس لغوی تصریح سے چار دلیلیں پیدا ہوتی ہیں دلیل (۱) صَلب کے معنے قتلہ معروفہ سے یہ بدیہی ہے کہ قتلہ معروفہ (موت کی خاص صورت جو علی الصلیب واقع ہوتی ہے) محض تعلیق للقتل سے تکمیل کو پہنچتی نہیں۔

دلیل (۲) صلب کی اصلیت - وَدَک (چربی ہے) اور یہ کھلی بات ہے۔ کہ یہ اصلیت صلب میں ثابت نہیں ہو گی جبتک کہ صلیب پر موت واقع نہ ہو۔ محض تعلیق للقتل سے اسکا تحقق نہ ہوگا

دلیل (۳) مصلوب کی وجہ تسمیہ جس سے بتلایا گیا ہے۔ کہ مصلوب صرف اس شخص کو کہینگے جس کی چربی اور پیپ اسپر صلیبی موت کے وارد ہونیکی وجہ سے بہتی ہو۔ مصلوب کی وجہ تسمیہ ائمہ لغت نے بتائی ہے۔ کیا اسکا اس شخص کے وجود میں تحقق ہوتا ہے۔ جو صلیب پر سے زندہ ہی اتار اگیا ہو۔ ہرگز نہیں۔ (ملاحظہ ہو تاج العروس شرح قاموس اور لسان العرب)

دلیل (۴) لفظ صلیب سے - اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صلیب کو اسوجہ سے صلیب کہتے ہیں کہ وہ ذریعہ ہے شخص مصلوب کی چربی نکلنے اور بہنے کا۔

ان مذکورہ بالا ادلہ سے ثابت ہے۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار کا یہ لکھنا کہ وقوع موت صلب کے معنی سے خارج ہے بالکل غلط ہے۔ اگر وقوع قتل صلب کے معنے میں داخل نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جو شخص دوسرے کو صلیب پر چڑھائیگا۔ وہ ضرور اس حالت میں قاتل بھی نہ ہوگا جبکہ شخص معلق علی الصلیب کو زندہ اتارا جائے۔ اور گویا بعض حالتیں صلیب کی ایسی بھی ہونگی جنمیں اس چڑھانیوالیکو قاتل نہ ٹھہرایا جائیگا۔ حالانکہ تاج العروس میں بغیر کسی صورت کے استثنا کے صلیب کو فاعل قاتل بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس میں بحوالہ مصباح لکھا ہے۔ صلبہ ای القاتل (کنصر) جعلہ مصلوبا۔ جس سے عیاں ہے کہ مصلوب صرف مقتول کو کہتے ہیں۔ اور مصلوب کی دو فردیں (مقتول و غیر مقتول) نہیں ہیں۔ بلکہ فقط ایک ہی فرد ہے۔ جس پر لفظ مصلوب کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ وہ شخص صلیب پر جان دیدے اور زندہ نہ اُتار لیا جاوے

ما صلبوہ کے ترجمہ نوشتہ نامہ نگار " کہ مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر بھی نہیں چڑھایا " کی صحت پر دوسری دلیل انہوں نے یہ لکھی ہے۔ کہ مسیح کا تو رفع جسمانی ہو چکا تھا[1]

---

[1] رفع میں روایات کا یہ اختلاف قابل لحاظ ہے ایک روایت میں ہے۔ ۱۔ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے دوسری روایت میں ہے۔ ۱۔ تین دن کی موت کے بعد آپ کا رفع ہوا۔

وہ کیسے صلیب پر چڑھائے جاتے۔ اور اس مقام پر عیسیٰؑ کے رفع جسمانی پر دو دلیلیں ارقام فرماتے ہیں۔ لفظ بل واقع آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ کو پہلی✤ دلیل بنایا ہی اس مذکورہ مدعا کیواسطے اس طرح پر کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے سب جگہ اس کے

دلیل بل | قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ضرور ضرور مخالف ہوتا ہے یعنی کہیں پر دونوں حکم جمع نہیں ہو سکتے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیت ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ میں بل سے قبل جملہ ماقتلوہ یقیناً واقع ہے۔ اس کا حکم عیسیٰؑ کا نہ قتل کرنا ہے۔ اور بل کے بعد جملہ رفعہ اللّٰہ الیہ واقع ہے۔ جسکا حکم عیسیٰؑ کو اٹھا لینا ہے۔ ان دونوں میں مخالفت ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ کہیں جمع نہوں۔ لیکن یہ مخالفت تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب عیسیٰؑ کی رفعت مع جسم کے مانی جاوے۔ اگر ایسا نہ کیا جاویگا۔ تو جمع ہونا بھی ممکن ہو جائیگا۔ کیونکہ عیسیٰؑ نبی رسول تھے اگر آپ قتل بھی کیئے جاتے تب بھی آپ کی روح کی رفعت ہوتی۔ پس اگر رفع سے روح کا رفع مانا جائیگا۔ تو قتل اور رفع روح بھی جمع ہو سکینگے۔ اور ایسے وقت میں بل کا لفظ بیکار ہو جائیگا۔ اسلیئے کہ قرآن کی شان بہت بعید ہے۔ کہ کوئی لفظ بیکار ہو ضرور ہے کہ جسم کا اٹھانا مانا جاوے۔" اس دلیل سے حضرت مسیح کا رفع جسمانی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اسکی تفصیل ذیل میں ہے۔ مقدم اور سب سے بڑی بات اس عبارت میں نامہ نگار نے یہ لکھی ہے کہ اگر رفعہ اللّٰہ الیہ سے رفع روحانی مراد لیا جاوے تو بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع ہو جاوینگے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کا اگر صلیب پر قتل ہونا بھی مانا جائے تب بھی آپ کا

۲۔ آپکو جبرئیل فرشتہ آکر لے گیا	۲۔ بادل میں لٹک کر آسمان پر گئے۔
۳۔ بحالت یقظہ آپکا رفع ہوا	۳۔ بحالت نوم آپ آسمانپر تشریف لیگئے۔
۴۔ مسیح کے رفع سے مریمؑ لاعلم تھی۔ اسیواسطے مصلوب کے پاس آکر روتی رہی۔	۴۔ مریمؑ نے مسیح کیساتھ آسمانپر جانا چاہا۔ مگر مسیحؑ نے ساتھ لے جانا پسند نہ کیا۔
۵۔ مسیح نے بوقت رفع مریم کو قیامت کے دن کی ملاقات کا وعدہ دیا۔	۵۔ رفع کے بعد نزول فرماکر والدہ کو تسلی دی اور حواریوں کو ممالک میں تبلیغ کی خدمت سپرد کی

✤ دوسری دلیل کا بیان بعد میں آئیگا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۶

تب بھی آپکا رفع ہوسکتا ہو۔ اسواسطے کہ آپ نبی ورسول تھے۔" مگر تعجب ہے کہ نامہ نگار نے اتنا نہیں سمجھا۔ کہ اگر حضرت مسیحؑ صلیب پر قتل ہوجاتے۔ تو انکو نبی کون مانتا۔ جبکہ اسوقت کی شریعت میں مصلوب مدعی نبوت کی بابت یہ لکھا تھا۔ کہ ایسے شخص کا رفع روحانی نہیں ہوسکتا۔ اور وہ ملعون ہوتا ہے۔ یہ بات کہ حضرت مسیح نبی ہیں اور انکا رفع روحانی ہوا ہے۔ اسکی تو بنیاد ہی یہی ہے۔ کہ وہ صلیبی موت سے بچائے گئے۔ ورنہ اگر انکا صلیب پر مرنا قبول کیا جائے۔ تو نہ انکی نبوت ثابت ہوسکتی ہو اور نہ انکا رفع روحانی۔ ہم جو انکا رفع روحانی مانتے ہیں۔ تو محض اسی بنا پر کہ وہ خدا کے رسول تھے جو مصلوب نہیں ہوئے۔ ورنہ جو شخص کہ نبوت کا مدعی ہو اور وہ مصلوب ہوجاوے۔ بموجب توراۃ شریف اسکی نہ تو نبوت ثابت ہوگی۔ اور نہ اسکا رفع روحانی ہی ہوگا۔ کیونکہ جو شخص نبوت کا دعویدار ہو کر صلیب کے ذریعہ مارا جاویگا۔ وہ خدا کا سچا نبی نہیں ہوگا۔ اور صلیبی موت کی وجہ سے لعنتی ٹھہریگا۔ جس ملعون کو نہ خدا سے تعلق ہوگا اور نہ خدا کو اس سے تعلق۔ وہ خدا کی رحمت سے دور رہیگا۔ اور اسکا رفع روحانی ہرگز نہ ہوگا۔ جب اصل حقیقت ہی۔ تو اس صورت میں نامہ نگار صاحب بتاویں۔ کہ بل کے ماقبل و مابعد کا حکم قتل بالصلیب اور رفع روحانی کیسے جمع ہوسکتے ہیں۔ فتفکر فتدبر۔ اسکے بعد ہم پوچھتے ہیں۔ کہ (۲) نامہ نگار صاحب یہ بتاویں کہ جو صورت آپنے لکھی ہو۔ کیا اس میں بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع نہیں ہوگئے؟ جمع ہوگئے ہیں۔ مگر آپکو خبر نہیں۔ ذرا غور کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں۔ بل سے قبل جملہ ماقتلوہ ہو اور اس کا حکم عیسیٰ کا نہ قتل کرنا ہے۔ اور بل کے بعد جملہ رفعہ اللہ الیہ ہے۔ اور اس کا حکم عیسیٰ کو اٹھا لینا ہے۔ اب تبائیو کہ کیا آپ کا یہ اعتقاد نہیں کہ (۱) عیسیٰ قتل نہیں ہوئے۔ اور کیا آپ یہ نہیں کہتے۔ کہ (۲) عیسیٰ اٹھائے گئے ہیں۔ برفع جسمانی۔ جب یہ دونوں ہی حکم آپ مانتے ہیں۔ اور دونوں کا حضرت مسیح کی ذات میں جمع ہونا بھی قبول کرتے ہیں۔ تو بس بتلائیو۔ آپ کا یہ قضیہ کدھر گیا۔ کہ "بل کے قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ضرور مخالف ہوتا ہو۔ اور وہ کہیں جمع نہیں ہوسکتے" ع الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

* ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۰

(۳) تیسری مجھو آپ سے یہ بھی دریافت کرنا ہو۔ کہ یہ قاعدہ آپ نے کہاں پڑھا ہے کہ بل کے قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ایسا مخالف ہوتا ہو۔ کہ وہ دونوں کہیں بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اسکا حوالہ مطلوب ہے۔[۱]

بلؔ کی بحث

اصل یہ ہو کہ بلؔ ایک حرف اضراب ہے[۲]۔ اگر اس (بل) کے بعد جملہ واقع ہو تو ایسی حالت میں یا تو ابطال کیواسطے ہوگا۔ اور اسکی مثالیں یہ ہیں (۱) قالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون (۲) ام یقولون بہ جنۃ بل جاءہم بالحق اور یا انتقال من غرض الی آخر کیواسطے ہوگا بدوں ابطال کے اسکی مثالیں یہ ہیں (۱) ولدینا کتاب ینطق بالحق وھم لا یظلمون بل قلوبھم فی غمرۃ (۲) قد افلح من تزکّی وذکر اسم ربہٖ فصلّی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا (۳) جاؤا علیٰ قمیصہٖ بدمٍ کذب قال بل سوّلت لکم انفسکم امراً (۴) اتاتون الذکران الیٰ قولہ بل انتم قوم عادون اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ بل ابطالیہ کو اسواسطے ابطالیہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جملہ کا ابطال کیا جاتا ہے۔ برخلاف بل انتقالیہ کے کہ اس میں پہلے جملہ کا ابطال نہیں ہوتا بلکہ دونوں جملے سچے ہوتے ہیں اور بل کے بعد کا جملہ یا قبل کا جملہ کوئی بھی باطل نہیں ہوتا اور دونوں جملے واقع میں حق ہوتے ہیں یعنی جس طرح بل ابطالیہ کے استعمال سے بل کے ماقبل کا ابطال مدنظر ہوتا ہے۔ اس طرح اسکو (انتقالیہ) بدوں ابطال ماقبل محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کرنیکی غرض سے لایا جاتا ہے۔ اس بیان میں بل ابطالیہ اور بل انتقالیہ کا فرق واضح ہے۔

اسکے بعد اگر آپ یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آیت زیر بحث یعنی ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں کون بل مراد ہے۔ تو میں آپ کو کہونگا۔ اس آیت میں دونوں قسم کا بل ہو سکتا ہو انتقالیہ بھی اور ابطالیہ بھی۔ بل انتقالیہ تو اسواسطے کہ وہ محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیواسطے ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ

[۱] یاد رہے کہ آیت زیر بحث میں جو بل ہے اسکو اصطلاح نحو میں بل ابتدائیہ کہتے ہیں۔ اور بل عاطفہ اور ابتدائیہ میں [illegible] منہ
[۲] الاضراب الاعراض عن الشیئ بابطالہ او ترکہ والانتقال لغیرہ۔ منہ

میں ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں جملوں میں کوئی جملہ بھی خلاف واقعہ نہیں۔ کیونکہ دونوں جملے ماقتلوہ اور رفعہ اللہ جناب الٰہی کے فرمودہ ہیں اگر بل انتقالیہ کی گذشتہ مثالیں ملا کر پڑھینگے۔ تو آپکو اطمینان ہو جایگا۔ البتہ بل ابطالیہ قرار دینے کیواسطے بل سے پہلے ایک تقدیر ہوگی۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہے اور وہ اس قسم کی ہو سکتی ہے۔ مثلاً قالوا انّا قتلنا المسیح فما قتلوہ بل رفعہ اللہ الیہ۔ اسبات کی نظیر کہ بل سے پہلے بعض اوقات ایسا جملہ مقدر ہو جایا کرتا ہے۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے۔ جو سورہ رعد میں ہے۔ ولو ان قرآناً سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتیٰ بل للہ الامر جمیعاً۔ اس آیت میں بل للہ الامر جمیعاً سے ماقبل ایک مقدر جملہ مانا گیا ہے جس سے بل کے ذریعہ اضراب کیا گیا ہے۔ گو کسی نے کچھ مانا ہے۔ اور کسی نے کچھ مثلاً روح المعانی میں لکھا ہے۔ تقدیر یہ ہے لیس لک من الامر شیء بل الامر للہ جمیعاً۔ ایسا ہی ابن کمال نے لکھا ہے۔ بہرصورت آیت ماقتلوہ یقیناً میں بل انتقالیہ کہا جائے یا بل ابطالیہ۔ ہر دو حال میں معنی بالکل صاف ہیں جس کی توضیح ہر دو قسم کے بل کی تمثیلات گذشتہ سے ہو سکتی ہے۔ (رفع کی مزید بحث بعد میں آتی ہے) باقی جو کچھ آپ نے بل کی نسبت لکھا ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ گو میں سمجھتا ہوں۔ کہ غالباً آپکو قاموس کی عبارت ذیل سے مغالطہ ہوا ہے۔ "فھی لتقریر ماقبلھا علیٰ حالہ وجعل ضدہ لما بعدھا" مگر یہ عبارت تو بل عاطفہ کی نسبت ہے نہ بل ابتدائیہ کے متعلق۔

رفع جسمانی کی دوسری دلیل

دوسری دلیل نامہ نگار نے حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے اثبات میں یہ بیان کی ہے۔ کہ رفعہ میں (ہ) کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اسکے قبل ماقتلوہ وماصلبوہ وغیرہ میں جتنی ضمیریں ہیں انکا مرجع عیسیٰ ہیں۔ عیسیٰ نام چونکہ روح اور جسم دونو کا ہے اسلئے رفع عیسیٰ میں دونوں (روح و جسم) کا مرفوع ہونا مراد ہوگا۔"

ل مدعا یہ ہے کہ یہود کے قول انا قتلنا المسیح الآیۃ کے بموجب ان حوالجات کتب سابقہ کے جنکا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہ معنے ہوتے ہیں۔ منہ

مگر مجھکو اس دلیل پر کئی اعتراض ہیں۔

اول۔ رفعہ (ہ) سے پہلے جو ضمیریں ہیں۔ ان سب کا مرجع عیسٰی نہیں ہیں۔✝
(۱) تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ شُبّہ کی ضمیر کا مرجع عیسٰی ہرگز نہیں ہیں
(۲) اسپر اتفاق نہیں کہ اختلفوا فیہ اور شک منہ اور مالہم بہ کی ضمائر کا مرجع عیسٰی ہیں۔
(۳) ماقتلوہ (ہ) میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ اس (ہ) کا مرجع ظن ہے نہ کہ عیسٰی۔ اے ما قطعوا الظن یقیناً۔ دوم اس پر اتفاق نہیں کہ عیسٰی روح وجسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے
(اول) قرآن کریم میں حضرت عیسٰی کی نسبت یہ آیات ہیں۔ ۱۔ اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ یبشّرک بکلمۃٍ منہ اسمہ المسیح عیسٰی ابن مریم وجیھًا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین۔ (عمران) ۲۔ انما المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الیٰ مریم وروح منہ (نساء) ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ عیسٰی کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ فرماتا ہے۔ اور یہ آپکو معلوم ہوگا۔ کہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کو نہیں کہتے۔ (دوم) شیخ محمد عبدہ مصری جو اس زمانہ میں مجدد اللغۃ العربیّہ سمجھا گیا ہے وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ ان الرّوح ہی حقیقۃ الانسان والجسد کالثوب المستعار فانہ یزید وینقص ویتغیر والانسان انسان لان روحہ ہی ہی (سوم) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ثبت ان الانسان لیس عبارۃ عن ھٰذا الھیکل بل ھو اما جسم لطیف فی ھٰذا البدن و اما جوہر روحانی مجرّدٌ فی ذاتہ وھو مدبّرٌ فی ھٰذا البدن۔ (چہارم) حقیقت محمدیہ اور حقیقت عیسویہ اور حقیقت حضرت یحیٰی اسوقت بھی متحقق تھی جبکہ انکا اس عالم میں ظہور نہ تہا۔ یہ بات آپکو آیات ذیل سے واضح ہوگی۔ (۱) ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدُ (۲) ان اللہ یبشّرک بکلمۃٍ منہ اسمہ المسیح عیسٰی ابن مریم (۳) ان اللہ یبشّرک بیحیٰی مصدقًا بکلمۃ من اللہ (۴) حضرت مسیح کی جس حواری پر شُبّہ

✝ ان ضمائر کی تفصیل تفسیروں میں تشریح سے موجود ہے۔ اختصار کیوجہ سے ترک کرتا ہوں۔ منہ

ڈالی گئی تھی۔ اسکی نسبت روایات میں ثابت ہے فخرج الیھم فقال انا عیسیٰ حالانکہ مسیح کی نہ روح اور جسم کوئی چیز بھی اس میں متحقق نہ تھی۔ (۲) شب معراج میں آنحضرت صلعم نے انبیاء کی ارواح سے ملاقات کی۔ اور انپر آدمؑ ابراہیمؑ نوحؑ وغیرہ ہر ایک نبی کا جو نام تھا اطلاق فرمایا۔ حالانکہ اطلاق اسم کیواسطے آپکے نزدیک جو دوسری شرط تھی۔ وہ موجود نہ تھی۔

پیری اس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ دلیل کے یہ دونوں جزو جن پر استدلال موقوف تھا۔ بالکل باطل ہیں یعنی (۱) یہ جزو کہ رفعہ سے پہلے جو ضمائر ہیں۔ انکا مرجع عیسیٰ ہیں (۲) دوسرا یہ جزو کہ عیسیٰ روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے جب دلیل کے یہ دونوں جزو باطل ہو گئے تو ظاہر ہے کہ انکا نتیجہ جو یہ تھا۔ کہ "رفع عیسیٰ میں جسم اور روح دونوں کا مرفوع ہونا مراد ہو گا" خود بخود باطل ہو گیا۔ پس اصل بات وہی ہے۔ جو احمدی نے بیان کی تھی۔ کہ بل رفعہ اللہ میں حضرت مسیح کا رفع روحانی بعد الموت مراد ہے جس کے بعض ادلّہ یہ ہیں۔

(۱) سب سے بڑھکر جو دلیل قرآن مجید نے حضرت مسیح کے رفع روحانی میں بیان کی ہے۔ وہ آیت اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفّیك ورافعك الیّ الآیۃ ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیحؑ سے وعدہ فرماتا ہے کہ میں تجھے طبعی موت دیکر تیرا رفع کرونگا۔ اور وہ رفع روحانی ہے۔ جس کیواسطے آنحضرت صلعم نے بھی دعا مانگی اللھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ اور حضرت یعقوبؑ نے جناب الٰہی میں عرض کیا اللھم توفّنی مسلماً والحقنی بالصّالحین۔

(۲) رفع روحانی پر دوسری دلیل جو قرآن مجید میں ہے۔ وہ حضرت مسیح کا اپنا اقرار ہے جس کو جناب باری سورہ مائدہ میں بیان کرتے ہیں۔ فلمّا توفّیتنی٭ کنت انت الرقیب علیھم ط

٭ بل رفعہ اللہ الیہ سے حضرت مسیح کا رفع ثابت ہے مگر آیت انی متوفیک ورافعک سے جس میں حضرت مسیح سے رفع کا وعدہ ہوا تھا ظاہر ہے کہ یہ رفع بعد التوفّی ہوا ہے اور آیت فلمّا توفّیتنی آنجناب کی وفات پر قطعی الدلالت ہے جو شخص قرآن مجید کے برخلاف یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کا رفع قبل التوفّی (التوفّی قبض الروح یقال توفّاہ اللہ ای قبض روحہ) کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے اس کلام کی تکذیب کرتا ہے جس میں خدا نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اے مسیح میں تیری طبعی موت کے بعد تیرا رفع کرونگا۔ اقرأ انی متوفیک ورافعک الیّ

(۳) تیسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ولو شئنا لرفعناہ ولکنہ اخلد الی الارض۔ کہ اس میں اخلد الی الارض کے مقابلہ سے جناب الٰہی نے رفع الی اللہ کی تفسیر بتائی۔ کہ ان الرفع ھو التقریب کما قال وقربناہ نجیاً۔ وقال فی حق عیسٰی ومن المقربین۔ وجاء فی اٰیۃ اخریٰ ورفعناہ مکاناً علیاً (۴) آنحضرت صلعم کی وہ حدیث پاک جسمیں آیا ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ (۵) پانچویں دلیل رفع سے رفع روحانی لینے پر ہر مومن کی یہ دعا ہے جس کے نماز میں پڑھنے کا حکم ہے "اللھم ارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی"۔

(۶) ششم تفسیر کبیر میں ہے رافعک ھو الرفعۃ بالدرجۃ والمنقبۃ لا بالمکان والجھۃ (۷) ساتویں وہ تمام شہادتیں جن سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے با آواز بلند بتاتی ہیں۔ کہ بل رفعہ اللہ میں سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے تیسرے دعوے کے دلائل کی تردید

ہماری احمدی دوست نے اپنے پیسہ اخبار والے مضمون میں تیسری بات یہ لکھی تھی۔ کہ الفاظ قرآنی لکن شبہ لھم سے یہ مطلب نہیں۔ کہ صلیب پر مسیح کا کوئی شبیہ چڑھایا گیا تھا۔ بلکہ ان الفاظ سے جناب باری کا یہ مدعا ہے۔ کہ مسیح کے باب میں ان کو آپ کے صلیب پر چڑھانے کے بعد شبہ ہوا۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ مسیح صلیبی موت سے مر گئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مسیح ابھی زندہ ہی تھے۔ کہ صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ اسپر شاہجہانپوری نامہ نگار رقمطراز ہیں۔ کہ نہیں۔ ۱۔ حدیث ابن عباس اس کے خلاف ہے۔ ۲۔ آیت ما قتلوہ وما صلبوہ میں الفاظ ولکن شبہ لھم سے ثابت ہے کہ ایک شخص کو حضرت عیسٰیؑ کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ اور اسکو بجائے حضرت عیسٰی کے مصلوب کیا گیا تھا۔

(۳) حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ کیونکہ یہ ما صلبوہ کے خلاف ہے۔ ان تین دلیلوں کو لکھکر فرماتے ہیں۔ کہ مرزائی کا دعویٰ غلط ہے" چونکہ میں پیشتر ثابت کر چکا ہوں کہ ۱۔ حدیث ابن عباس کچھ بھی نہیں ہےع۔ اور اسپر پوری بحث گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح ۲۔ القاء شبہ المسیح کی حقیقت بھی بیان ہو چکی ہےغ اور نیز ۳۔ صلب کی تشریح میں ما صلبوہ۔ کے ترجمہے

ع دیکھو صفحہ ۲۱۲ - غ دیکھو صفحہ ۲۰۸ ۲۳۲ - ے دیکھو صفحہ ۲۲۰ -

اگر مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑہائے گئے" کی اصلیت بھی کھول آیا ہوں۔ اس لیئے ضرورت نہیں۔ کہ میں ان ابحاث کا اسجگہ اعادہ کروں۔ البتہ ایک امر پر کچھ لکھونگا جسکی نسبت اس سے پہلے نہیں لکھا گیا۔ اور نامہ نگار نے اسکو اس موقعہ پر بیان کیا ہے اور وہ ہے لٰکن کی بحث

| لٰکن کا بیان | فرماتے ہیں لٰکنّ معناھا الاستدراک وھو ان تثبت لما بعدھا حکما |

مخالفاً لما قبلھا ولذلک لابد ان یتقدمھا کلام مناقضٌ لما بعدھا او ضد لہٗ قاموس۔ اس عبارت کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ چونکہ لٰکن کے پہلے جملہ کا حکم بالکل مغائر اور مخالف اور ضد بعد والے جملہ کے ہوتا ہے۔ اسواسطے مرزائی لٰکن شُبّہ لھم کے یہ معنے کرنمیں غلطی پر ہیں۔ کہ یہود کو مسیح کے باب میں شبہ ہوا" کیونکہ اس صورت میں لٰکن کے بعد کے جملہ کا حکم اور لٰکن کے ماقبل کے جملہ کا حکم ضد نہیں رہتی۔ اسلیئے کہ ان کے نزدیک ماصلبوہ صلیب پر چڑھائے جانیکا منافی نہیں۔ اور شبہ لھم کے معنے ہی یہ لوگ کرتے ہیں کہ صلیب پر چڑہائے جانیکے بعد یہود کو شبہ ہوا اور انہوں نے گمان کر لیا۔ کہ مسیح صلیبی موت سے مر گئے اور ظاہر ہے۔ کہ اس حالت میں لٰکن کے ماقبل و مابعد کے جملوں کے حکم میں ضد باقی نہیں رہتی۔ اور دونوں جملے مسیحؑ کے صلیب پر چڑہائے جانیکے کو ثابت کرتے ہیں حالانکہ لٰکن کی ماہیت اور حقیقت چاہتی ہے۔ کہ ان دونوں میں ضد اور منافات ہوتی (یہ خلاصہ ہے نامہ نگار کی لٰکن کی تقریر کا)

نامہ نگار کی اس تقریر پر میرا اتنا لکھدینا کافی ہوگا۔ کہ آپنے جو کچھ لٰکن کے متعلق قاموس سے نقل کیا ہے۔ اسکو زیر بحث آیت لٰکن شُبّہ لھم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان نتائج کا یہاں کوئی تعلق ہے۔ جو آپنے قاموس کی عبارت پر متفرع کئے ہیں۔ اور آپنے یہ سخت مغالطہ کھایا ہے کہ لٰکنْ مخففہ اور لٰکنّ مثقلہ میں آپکو تمیز نہیں رہی۔ آیت لٰکنْ شبہ لھم میں لٰکن مخففہ واقع تھا۔ اور آپنے قاموس سے بحث لٰکنّ مثقلہ کی نقل کر دی۔ اور آخر تک بناء الفاسد علی الفاسد کے مرتکب ہوئے۔ قاموس میں لٰکن مخففہ کی نسبت صرف اتنی عبارت تھی" فان

ولیہا کلامٌ فہی حرف ابتداء لمجرد الاستدراک۔ مگر اسکو تو آپ ترک کر گئے۔ اور لکنّ مشددہ کی بحث چھیڑ دی ؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا، الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لکن مخففہ واسطے استدراک کے ہوتا ہے۔ اور استدراک کے معنی ہیں۔ دفع ما یتوہم ثبوتہ۔ جیسے کہ لکن مشددہ کی بحث میں مغنی اللبیب میں لکھا ہے "ما زید شجاعاً لکنہ کریم لان الشجاعة والکرم لا یکاد ان یفترقا ان انتفی احدہما یوہم انتفاء الآخر"، خلاصہ اور ماحصل اس کا یہ ہے۔ کہ شجاعت اور سخاوت دو ایسے وصف ہیں۔ کہ جہاں پہ ایک کا وجود ہوتا ہے۔ وہاں دوسرا بھی اغلباً موجود ہوتا ہے۔ اور قریباً یہ ایسے ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتا۔ اس واسطے جب ایک شخص نے زید کی نسبت یہ کہا۔ کہ اس میں شجاعت کا وصف مفقود ہے ساتھ ہی اسبات کا وہم ہوتا تھا۔ کہ اس میں سخاوت بھی نہیں (اس قسم کے وہم کے دور کرنیکے واسطے جو حرف لایا جاتا ہے۔ اسکو حرف استدراک کہتے ہیں) جب اس نے ساتھ یہ بھی کہدیا لکنّہ کریم تو یہ وہم دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا۔ کہ زید میں گو شجاعت تو نہیں لیکن سخاوت موجود ہے۔

اب آیت زیر بحث لکن شُبّہ لہم کے متعلق معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ بذریعہ لکن کے جو واسطے استدراک کے ہے۔ کس وہم کا ازالہ کیا گیا ہے جس کے ثبوت کا توہم بصورت نہ لانے لکن کے ہو سکتا ہے۔ سو غیر احمدی تو کہتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ شخص جو صلیب پر چڑہایا گیا تھا۔ مسیح کی صورت و شکل پر تھا۔ اسواسطے یہ وہم ہو سکتا تھا۔ کہ وہ خود مسیح تھا۔ اسلیئے اللہ تعالی نے لکن حرف استدراک کے لانے سے اس توہم کو دور کر دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ وہ مصلوب مسیح نہیں تھا۔ درا صل وہ ایک شبیہ تھا۔ جو مسیحؑ کی جگہ صلیب دیا گیا۔ مگر چونکہ یہ تاویل اس تسلیم پر مبنی ہے کہ مسیح کی جگہ کوئی دوسرا شخص انکا شبیہ صلیب دیا گیا ہے۔ اسواسطے ہم (احمدی) اس تاویل کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ بدلائل عقلی و نقلی یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح کا کوئی شخص شبیہ نہیں بنا تھا۔ اور نہ انکی جگہ کوئی اور شخص صلیب

دیا گیا تھا۔ اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ القاء شبہ المسیح کی داستان بالکل لغو ہے جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔ مگر چونکہ ساتھ ہی یہ بات بھی محقق ہے۔ اور یہود اور نصاریٰ اور جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی صورت اور شکل کا ایک انسان ضرور صلیب پر چڑھایا گیا ہے اور جملہ اسناد تاریخی جن میں وہ شہادتیں بھی داخل ہیں جن سے حضرت مسیحؑ کی وفات اور موت طبعی ثابت ہوئی ہے، بھی اس امر کو ثابت کرتی ہیں۔ اس واسطے ہم اس بات کے قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ درحقیقت خود حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے۔ گو ہم اہل کتاب کے ساتھ اس میں قطعی اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ مسیحؑ کی موت صلیب پر واقع ہوئی کیونکہ جن دلائل سے

القاء شبہ کا مسئلہ موجب سفسطہ ہے اس سے تمام محسوسات سے امان اٹھ جاتا ہے۔ اس سے تمام شرائع اور نبوتوں کا ابطال لازم آتا ہے۔ اور اس سے تمام اخبار متواترہ کا اعتبار جاتا رہتا ہے تفسیر کبیر

القاء شبہ کے باب میں تفسیری روایات کی اہم اختلافات

ایک روایت میں ہے	دوسری روایت میں ہے
۱۔ فقط ایک حواری حضرت مسیح کا شبیہ بنا تھا۔	۱۔ جتنے حواری تھے کل آپ کی شبیہ ہو گئے۔
۲۔ حواریوں سے مسیح نے درخواست کی ایکم یلقی علیہ شبہی	۲۔ بلا درخواست جناب باری نے ایک دشمن کو شبیہ بنا دیا
۳۔ مسیح اس وقت حواریوں ۱۲ یا ۱۷ یا ۱۹ کے مجمع میں تھے	۳۔ مسیح کے ساتھ صرف ایک شبیہ تھا۔ اور کوئی نہ تھا۔
۴۔ شبیہ مسیح نے کہا۔ انا عیسیٰ	۴۔ شبیہ نے کہا انا لست عیسیٰ انما انا صاحبکم
۵۔ اس رات مسیح نے بیحد جزع فزع کی	۵۔ مسیح کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔
۶۔ شبیہ یہودی تھا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ (۱) احد من الناس تھا۔ یا (۲) قیصر کا خلیفہ تھا۔ یا (۳) قاتل مسیح تھا۔	۶۔ ایک مخلص حواری تھا جس سے آپ نے اس عوض میں جنت کا وعدہ کیا۔
(۷) القاء شبہ کا واقع صحیح ہے	(۷) ایسا واقع نہیں ہوا۔
(۸) مسیح کی جگہ اور شخص قتل ہوا	(۸) مارا کوئی نہیں گیا۔ صرف افواہ اڑا دی گئی
(۹) مسیح کو چند معمولی آدمی گرفتار کرنے آئے	(۹) چار ہزار یہودی گرفتاری کیواسطے آیا تھا۔

مسیحؑ کا صلیب پر چڑہایا جانا ہمارے نزدیک ثابت ہے اسی درجہ کے دلایل سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے۔ کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔

پس ہمارے نزدیک ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لہم میں بذریعہ لکن اجو استدراک کیواسطے استعمال ہوتا ہے جس توہّم کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اور جس وہم کے ثبوت کا اندیشہ بصورت اُکن کے نہ لانیکے تھا۔ وہ یہ ہے کہ اگر لکن شبہ لہم کی ازیادی نہ ہوتی۔ اور فقط ماقتلوہ وماصلبوہ پر اکتفا کیا جاتا۔ تو اس سے ممکن تھا۔ کہ کوئی شخص اس واقعہ کا بھی انکار سمجھ لیتا۔ جو کہ مسیح کیساتھ پیش آیا۔ کہ اسکی حالت صلیب پر چڑہائے جانیکے بعد کالمصلوب ہو گئی تھی (کیونکہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک شخص صلیب پر چڑہایا گیا ہو۔ اور اسپر ایسی حالت طاری ہوئی ہو جیسی کہ مسیح پر طاری ہوئی تھی۔ اور وہ صلیب پر نہ مرا ہو) جسکی وجہ سے اہل کتاب نے یہ سمجھ لیا کہ مسیحؑ نے صلیب پر جان دیدی حالانکہ وہ زندہ ہی صلیب پر سے اتاری گئے تھے۔

یہانتک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں جو یہ الزام احمدی پر لگایا تھا۔ کہ اسنے احادیث نبی کریم صلعم کا خلاف کیا ہے۔ اور اسکا مضمون قواعد عربیہ کے بھی مخالف ہے۔ محض غلط ہے۔ بلکہ دکھایا گیا ہے۔ کہ اسنے جا بجا خود ٹھوکر کھائی ہے۔ اور ایک بات بھی درست نہیں کہی۔ اسکے بعد اب میں نامہ نگار کے اس بیان پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو اس نے اپنے مضمون کی تمہید میں ارقام کیا ہے۔ کہ

لہ جو دلایل عقلی ونقلی سلسلہ احمدیہ کی تالیفات میں حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی اور قتل شبیہؓ اور القاء شبہ کے ابطال میں تفصیلاً بیان کئی گئی ہیں۔ ان کی بالاشتراک یہ تینوں دعوی ثابت ہیں۔ کہ

(۱) القاء شبہ کی داستان } از سرتاپا غلط اور فضول ہے
(۲) قتل شبیہ کی داستان }

(۳) یہ کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کو یہود نے بغرض قتل صلیب پر ضرور چڑہایا۔ مگر خدا نے یہود ملعون کو نامراد کرکے آپکو لعنتی موت سے بچایا۔ اور آپ بحکمت و تصرف الٰہی زندہ ہی صلیب پر سے اتاری گئے۔ یہود نے شبہ کیا۔ کہ آپ مر گئے ہیں۔ حالانکہ آپ زندہ تھے۔ منہ

احمدی نے قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ دوسرے جب توراۃ شریف اور انجیل محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ تو ان سے قرآن میں مدد لینا یا ثبوت میں پیش کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ نیز ایک محرف و مبدل کتاب کی تصدیق محض بیہودہ ہے۔"

نامہ نگار نے اس تحریر میں تین باتوں کا دعویٰ کیا ہے۔ (۱) قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لینے سے آنحضرت نے منع فرمایا ہے (۲) انجیل اور توراۃ محرف و مبدل ہیں انکو ثبوت میں پیش کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ (۳) محرف و مبدل کتاب اگر کسی بات کی تصدیق کرے۔ تو بیہودہ ہے۔

یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔ یا صحیح انکی تفصیل بعد میں ہے۔

کیا آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن کی تفسیر میں مدد لینے سے منع کیا ہے

۱۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم بلغوا عنی ولو اٰیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوء مقعدہٗ من النار (رواہ البخاری) ترجمہ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا پہنچاؤ مجھسے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور حدیث بیان کرو بنی اسرائیل سے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور جو شخص قصداً مجھپر جھوٹ بولیگا۔ تو اسکو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیئے۔ (۲) فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ اے اہل التوراۃ والانجیل یعنی (الیہود والنصاریٰ) اس حدیث اور آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن شریف کی تفسیر میں کسی جگہ مدد لینے سے منع نہیں فرمایا۔ گو اس میں ہماری نزدیک تو یہ تفصیل ہے کہ کتب سابقہ سے اس حد تک مدد لینا جائز ہوگا۔ جہانتک کہ قرآن مجید کی صریح نصوص کی مخالفت نہو اور وہ بھی اس حصہ میں جسکی تائید عقل و نقل سے ہو سکتی ہو مگر جو عمل مفسرین کا تفاسیر قدیمہ و جدیدہ میں ثابت ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی ممانعت بھی اس باب میں آنحضرت سے ثابت ہوتی۔ تو وہ ایسا نہ کرتے۔ بلکہ انہوں نے تو یہ پروا بھی نہیں کی۔ کہ ان روایات میں کسقدر گند بھرا پڑا ہے اور تمام رطب و یابس کو تفاسیر میں نقل کر دیا ہے۔ محدث حافظ ابن کثیر آیت

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنا عشر نقیباً کی تفسیر میں لکھتے ہیں "قد رایت فی السفر الرابع من التوراۃ تعداد النقبا علی اسباط بنی اسرائیل اور اس کے بعد اون نقباء کے نام لکھے ہیں جن کا تورات میں ذکر ہے۔ امام شوکانی رح اپنی تفسیر فتح القدیر جلد اوّل کے صفحہ ۱۴۸ میں ہاروت ماروت کی روایات کی بحث مین لکھتے ہیں "حاصلہا راجع الی اخبار بنی اسرائیل" مختصر یہ کہ نامہ نگار کا یہ دعوے مطلقاً صحیح نہیں۔ کہ آنحضرت نے کتب سابقہ سے مدد لینے سے ممانعت فرمائی ہی گو ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہدایت کیواسطے کامل مجموعہ قرآن مجید ہی ہے۔

کیا یہ درست ہے کہ انجیل و تورات محرف مبدل ہیں۔ اور انکو کسی ثبوت کیواسطے پیش کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

نامہ نگار چونکہ اہلحدیث ہونیکا مدعی ہی اور انجمن اہلحدیث ہی کا ممبر بنتا ہی۔ اور اس نے مدرسہ دار الحدیث ہی میں تعلیم پائی ہی اسواسطے اس عنوان کے ماتحت سب سے مقدم ہم رئیس المحدثین حضرت محمد بن اسماعیل البخاری کی گواہی پیش کرتے ہیں۔

انکا فیصلہ تحریف و تبدیل کتب سابقہ کی نسبت صرف یہ ہی۔ کہ ان میں لفظی تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی۔ اور قرآن شریف میں جو یحرفون الکلم عن مواضعہ وارد ہی اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ معنوی تحریف تھی جس سے یہ مطلب ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں الفاظ کی تبدیلی ہرگز نہیں کرتے تھے۔ انکی تحریف صرف اتنی تھی۔ کہ اس کتاب کے الفاظ کی اس قسم کی مرادات بتاتے تھے کہ جو کلام الٰہی کا مقصود نہ ہوتیں۔ اس فیصلہ کی خوبی یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ کی یہی روایت ہی اسکے بعد اور دیگر محدثین کا جو مذہب اس باب میں منقول ہی۔ اسکو بغور پڑھیے۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہی۔ "اعلم ان التوراۃ والانجیل الذین عند الیہود والنصاریٰ الآن اختلف فیہما ہل ہما مبدلان ومحرفان لفظاً او تاویلاً فذہب طائفۃ من الفقہاء والمحدثین الی ان ذلک انما وقع فی التاویل فقط کما صرح بہ البخاری واختارہ الفخر الرازی وغیرہ لقولہ تعالیٰ فاتوا بالتورات فاتلوہا ان کنتم صادقین۔ وہو امر للنبی صلعم

بالاحتجاج بہا والمبدّل لا یحتجّ بہ ولما اختلفوا فی الرجم لم یمکنہم تغییر آیتہ منہا
آپنے مفردات راغب کو بھی قابل اعتماد و لائق اعتبار قرار دیا ہے۔ اسمیں پڑھیے۔ وہاں
لکھاہے یحرّفون الکلم جمع الکلمۃ قیل انہم کانوا یبدّلون الالفاظ ویغیّرونہا وقیل انہ کان
من جہت المعنی وہو حملہ علیٰ غیر ما قصد بہ واقتضاہ وہٰذا امثل فی القولین فان اللفظ اذا
تداولتہ الالسنۃ واشتہر لصعب تبدیلہ" ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ کتب سابقہ کے
متعلق جس تحریف کا قرآن مجید نے اثبات کیا ہے اس سے مراد تحریف لفظی ہرگز نہیں ہے
اس سے مراد صرف یہود کے اس وطیرہ کا بیان کرنا ہے جو کلام الٰہی کے مرادات کی نسبت انکا
تہا۔ کہ وہ خلاف منشائے الٰہی الفاظ کے ایسے معانی بتا دیتے تھے۔ جو کہ کتاب میں مقصود نہ
ہوتے۔ یہی مذہب ہے۔ امام بخاری اور اکثر محدثین کا۔ اور امام فخر الدین رازی اور ایک طائفہ
فقہا کا۔ ہم نہیں سمجہتا۔ کہ محدثین کا یہ مذہب ہوتے نامہ نگار کو یہ جرأت کیوں پڑی۔ کہ
کتب سابقہ کی نسبت اس نے دعوی کر دیا۔ کہ انمیں ایسی تحریف لفظی ہوگئی ہے۔ کہ وہ اب
بالکل کسی امر میں بھی لائق اعتبار نہیں۔ اگر کتب سابقہ میں ایسی ہی تحریف ہوچکی تہی جیسے کہ
نامہ نگار کا زعم ہے۔ تو وہ بتائیں تو سہی کہ قرآن شریف میں جو یہ آیات وارد ہیں اور اس
قسم کی دیگر آیات ان کا پہر کیا مطلب اور مراد ہے۔ (۱) فاسئلوا اھل الذکر (اے
اھل التوراۃ والانجیل الیہود والنصاریٰ) (۲) الّذین یتّبعون الرّسول النّبی الامی
الّذی یجدونہ مکتوبًا عندہم فی التوراۃ والانجیل (۳) یا اھل الکتاب قد جاءکم
رسولنا یبیّن لکم کثیرًا مما کنتم تخفون من الکتٰب (اے التورات والانجیل) (۴)
وعندہم التوراۃ فیہا حکم اللّٰہ یحکم بہا النّبیّون (و لو بدّلوا من التوراۃ الفاظہا
لم یکن عندہم التوراۃ الّتی فیہا حکم اللّٰہ) (۵) و اٰمنوا بما انزلت مصدّقًا لما معکم
ولا تکونوا اوّل کافرٍ بہ (اے صدقوا اما انزلت علیٰ محمد من القراٰن والقراٰن
مصدق لما مع الیہود من بنی اسرائیل من التوراۃ)

پھر فتح البیان میں لکھا ہو" قال عبد الرحمٰن بن خلدون فی کتاب العبر" واما ما یقال من ان
ان" علماء هم بدّ لوا مواضع من التوراة بحسب اغراضهم فی دیانتهم فقد قال ابن عباس
علی ما نقل عنه البخاری فی صحیحه ان ذٰلك بعیدٌ وقال معاذ الله ان تعمّد امة
من الامم الی کتابها المنزل علیٰ نبیّها فتبدّله او ما فی معناه قال وانّما بدّلوه وحرفوه
بالتاویل ویشهد لذٰلك قوله تعالیٰ وعندهم التوراة فیها حکم الله ولو بدّلوا من
التوراة الفاظها لم یکن عندهم التوراة التی فیها حکم الله وما وقع فی القرآن من نسبة
التحریف والتبدیل فیها الیهم فانما المعنی التاویل اللّٰهم الا ان یطرقها التبدیل فی
الکلمات علی طریق الغفلة وعدم الضبط وتحریف من لا یحسن الکتابة بنسخها فذٰلك یمکن
فی العادة لا سیما وملکهم قد ذهب وجماعتهم انتشرت فی الآفاق واستوی الضابط منهم
وغیر الضابط والعالم والجاهل ولم یکن وازع یحفظ لهم ذٰلك لذهاب القدرة بذهاب
الملك فتطرق من اجل ذٰلك الی صحف التوراة فی الغالب تبدیل وتحریف غیر معتمد من
علمائهم واحبارهم ویمکن مع ذٰلك الوقوف علی الصحیح منها اذا تحری القاصد لذٰلك بالبحث عنه"
اس عبارت میں نہایت وضاحت کیساتھ مدلل طور پر بتایا گیا ہو۔ کہ کتب سابقہ کی نسبت جو خیال نامہ نگار نے
ظاہر کیا ہے۔ نہایت غلط ہو۔

کیا یہ صحیح ہو کہ انجیل و تورات سے کسی بات کی تصدیق کرانا بیسود ہے

اس خیال کی تردید کے دلائل یہ ہیں۔ ۱۔ فاسألوا اهل الذکر (فی
باب تصدیق النبیّ) ۲۔ الذین یتبعون الرسول النبیّ الامی
الذی یجدونه مکتوباً فی التوراة والانجیل (وثبت نقل الائمة قدیماً وحدیثاً من التوراة
والزامهم التصدیق بمحمدٍ بما یستخرجونهٗ من کتابهم) ۳۔ قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم
صادقین (نزل فی واقعة رجم) یہاں تک میں نے نہایت ایجاز سے نامہ نگار کے تینوں دعاوی متعلق کتب
سابقہ کی تردید کر دی ہو۔ اور خلاصہ ان حوالہ جات کا یہ ہو کہ احمدی نے حضرت مسیحؑ کے صلیبی نزاع
کے باب میں ان اسناد کے پیش کرنے میں جو کتب سابقہ سے ماخوذ ہیں کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا

ارتکاب نہیں کیا جو اسکو نہیں کرنا چاہیے علاوہ بریں ان واقعات پر اہل کتاب کی دونو قوموں یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے اور ان باہم دشمن قوموں کا یہ اتفاق جسکی بنیاد امر حسی* پر ہے۔ کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر آپ نہیں بتا سکتے۔ کہ یہ واقعات کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی کے مخالف ہیں۔ ان متفقہ واقعات کی اصلیت کا انکار بلا دلیل کسی ذیعقل کے نزدیک بھی لائق تسلیم نہیں ہوگا۔ بالخصوص جب کہ آیت لکن شبہ لہم سے اسکی تصدیق پائی جاتی ہے اور مفسرین نے جسقدر روایات مخالفہ اس تنازع میں نقل کی ہیں وہ سب دور از عقل اور خلاف احادیث صحیحہ اور باہم متعارض ہیں۔ اور ان واقعات کی نسبت جو کتب سابقہ سے اس باب میں مروی ہیں۔ کوئی وجہ عقلی یا نقلی تحریف کیواسطے ثابت نہیں ہے۔ ومن یدعی خلافہ فعلیہ البیان۔

معترض کے اعتراضات کا جواب یہاں پورا ہوا۔ اب آیت زیر بحث کے ترجمہ پر اس مضمون کو میں ختم کرتا ہوں اور اختصار کیوجہ سے تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔

آیت قرآنی یہ ہے | وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً ۔

حل لفاظ | قتلہ۔ اماتہ بضرب او حجر او سم او علۃ فہو قاتل یعنے قتل کے معنی ہیں ضرب یا پتھر یا زہر یا کسی اور صورت سے مار ڈالنا۔ اور لکھا ہے والقتل اخراج الروح من البدن یعنی روح کا بدن سے نکال دینا قتل ہے۔ الصلب قتلۃ معروفۃ یعنی صلب ایک خاص صورت کی موت کا نام ہے۔ جو بذریعہ خشب کے ہوتی ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ حال۔ لکن۔ حرف استدراک لرفع الوھم یعنی لکن کا حرف وہم ماسبق کے ازالہ کیواسطے لایا جاتا ہے۔ شبہ لہم۔ شبہ

* امر حسی سے مراد ہے۔ حضرت مسیح کا فقط صلیب پر چڑھایا جانا۔ الیہود اعداؤہ وہم یدعون ذلک والنصاریٰ اولیاؤہ وہم یقرون لہم بہ۔ منہ

الضمیر مسند للامر و شبّہ من الشبہۃ ای التبس علیہم الامر یعنی شبہ کی ضمیر امر کی طرف پھرتی ہے اور شبہ کا کلمہ لفظ شُبْہَۃ سے مشتق ہے اور شبّہ لہم کے معنی ہیں اُنپر یہ معاملہ مشتبہ اور ملتبس ہو گیا۔ تفسیر روح المعانی وغیرہ۔ الذین اختلفوا۔ المراد من الموصول ایعم الیہود والنصارٰی جمیعًا یعنے الذین اختلفوا سے مراد یہود و نصارٰی دونوں قومیں مراد ہیں۔ نہ صرف ایک قوم بل رفعہ اللہ الیہ۔ وقع الاضراب فیہا عن جملۃ القول لا عن الجملۃ المحکیۃ بالقول وجملۃ القول اخبار من اللہ عن مقالتہم صادقۃ غیر باطلۃ لم یبطلہا الاضراب وانما افادالاضراب الانتقال من اخبار الکفار الی اخبار عن وصف ما وقع الکلام فیہ من اللہ۔ یعنی اس آیت میں بذریعہ لفظ بل کے یہود کے دعوی انا قتلنا المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللہ سے اضراب (اعراض) واقع ہوا ہے اور اس اضراب کا فائدہ اسجگہ کفار یہود کے دعوٰی قتل مسیح سے انتقال کرنا ہے طرف اس خبر کے جو اللہ جل شانہٗ نے رفعہ اللہ میں دی ہے۔

اس مذکورہ بالا تشریح کے رو سے جو تفاسیر سے ماخوذ ہے اس آیت قرآنی کا ترجمہ یہ ہوتا ہے جو ذیل میں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس آیت کے ترجمہ کے منجملہ متعدد محامل کے یہ ترجمہ ایک محمل ہے۔ ورنہ اسکا ترجمہ کئی طور پر سلسلہ کے لوگوں نے کیا ہے جو باہم ایکدوسری کا معاون اور ممد ہے اور مآل سب کا واحد ہے

ترجمہ الآیت لعنت کا موجب ہے یہود کا یہ قول کہ ضرور ہم نے مار ڈالا ہے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو حالانکہ نہ تو قتل کیا انہوں نے انکو اور نہ پھانسی پر مارا ہے انہیں دراصل اُنپر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے[۱] اور بیشک جنہوں نے اختلاف کیا ہے مسیح کے اس مقدمہ میں ضرور وہ شک میں پڑے ہیں نہیں انکو حقیقۃ الحال کا مطلق علم سوائے پیروی گمان کے اور نہیں مارا انہوں نے مسیح کو یقینًا۔ بلکہ رفع کیا اللہ نے مسیح کا اسکی طبعی موت[۲] کے بعد۔"

---

[۱] مصلوب کے اس معنی کی صحت کے دلائل بصفحہ ۲۰ تشحیذ گزر چکے ہیں شبہ لہم کے یہ معنے تفاسیر میں لکھے ہیں
[۲] ترجمہ میں ان الفاظ کو بنظر آیت یعیسٰی انی متوفیک و رافعک الی لکھا گیا ہے کیونکہ رفعہ اللہ الیہ

مختصر تشریح :- مسیحؑ کے قتل کے دعوی میں یہودیوں کا اتفاق نہیں۔ کہ وہ کس طرح مقتول اور ہلاک ہوئے ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مسیح کو پہلے سنگسار کیا گیا تھا۔ اور بعد میں عبرت کیواسطے کاٹھ پہ لٹکایا گیا۔ اور بعض کا یہ مذہب ہے۔ کہ پہلے مسیح کو پھانسی دیا گیا۔ اور بعد میں تلوار سے انکا سر جدا کیا گیا۔ اور بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ صرف پھانسی سے مارا گیا۔ آیت اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ میں یہود کے انہی خیالات کا مآل بیان ہوا ہے۔ جس سے ان بے بہبود کا یہ مدعا ہے۔ کہ مسیح بوجہ مقتول اور مصلوب ہو جانیکے نعوذ باللہ کافر اور لعنتی ہو گئے۔ کیونکہ تورات کی کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰ میں لکھا ہے۔ وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے۔ کہ کوئی بات میرے نام سے کہے۔ جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاویگا۔ اور باب ۲۱ آیت ۲۳ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اسکا قتل واجب ہو۔ اور وہ مارا جاوے اور تو اُسے درخت میں لٹکا دے۔ تو اسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اُسی دن اُسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔

استثنا باب ۱۳ آیت ۵ میں ہے۔ جھوٹا نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جاویگا۔ اور یرمیا باب ۱۴ آیت ۱۵ میں ہے۔ جھوٹے نبی تلوار یا کال سے ہلاک کیے جاوینگے۔ ذکریا باب ۱۳ آیت ۷ میں جھوٹوں پر خدا کی تلوار چلنے کا ذکر ہے۔ جناب باری نے ماقتلوہ میں یہود کے اس دعوی قتل کا انکار کیا ہے

میں اُس وعدے کے ایفا کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس آیت میں پہلے ہوا تھا جس کا مدعا یہ ہے۔ اوّلاً موت طبعی واقع ہو گی۔ اور اس کے بعد رفع ہو گا۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ موت اور رفع میں ایک ترتیب طبعی واقع ہے۔ ہر ایک مومن کی پہلے وفات ہوتی ہے۔ پھر اسکا رفع ہوتا ہے بخلاف کُفّار کے کہ انکے حق میں جناب الٰہی نے لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کہکر انپر رفع کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ رفعہ کی مزید بحث بصفحہ ۲۲۲ ۲۲۶ گذر چکی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ متوفیک کے معنے ممیتک حتف انفک تفسیر کشاف میں موجود ہیں۔ منہ

اس کے بعد نفس تمہید کیواسطے گو کسی اور کلام کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ قتل کا لفظ تمام وسائل موت پر حاوی ہونیکی وجہ سے تصلیب پر بھی حاوی تھا۔ مگر بطور تخصیص بعد التعمیم ما صلبوہ لاکر یہود کے زعم کا مزید رد فرمایا ہے۔ اور لکن شبہ لہم سے اس وہم کا ازالہ فرمایا ہے۔ جو بقاعدہ عربیت نفی ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوتا تھا۔ اس معاملہ میں یہود و نصاریٰ کا جو اختلاف ہے کہ نصاریٰ مسیح کو کفارہ سمجھتے ہیں اور یہودی انکو جھوٹا ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً میں فرمایا ہے۔ کہ اس کی بنیاد محض ظن پر ہے۔ اور مسیح ہرگز قتل نہیں ہوئے اور بل رفعہ اللہ الیہ میں یہود کے دعوے انا قتلنا المسیح سے جسکا مفہوم بزعم یہود لعن المسیح ہے بل اضرابیہ اعراض کرکے معاملہ کی اصل حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ کہ یہود کا دعویٰ قتل مسیح بالکل مردود ہے۔ اور واقع یہ ہے کہ خدا نے حسب وعدہ انی متوفیک ورافعک الی مسیح کو طبعی موت دیکر ان کا رفع کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپکو لعنتی موت سے محفوظ رکھا ہے

شرح عقاید نسفی کا ایک عجیب حوالہ۔ قال جماعۃ ان عیسیٰ قتل وصلب وعرج بروحہ مستدلین بقولہ رافعک الیّ۔ واجابوا عن قولہ ما قتلوہ وما صلبوہ بانہ مثل لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء و عن بعض الکابر انہ۔ ان حسین بن منصور الحلاج یمشی علی الماء بعد ما صلب فقیل لہ الست صلبت الیوم فقال ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم ۱۲

شرح عقاید نسفی میں لکھا ہے۔ نقلوا انہ صلب حیاً وبقی بعد التصلیب وقبل الموت مدۃ طویلۃ ۱۲

خاکسار

فضل الدین نونی عفا اللہ عنہ

رجسٹرڈ نمبر ۵۶۴۳

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مجرب دوائیں جو ۶۰ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اس میں فوائد ہیں (۱) سردی سے بچاتا (۲) کھانسی کو دبا (۳) کف کو پتلا کرتا (۴) کف کو نکالتا (۵) سوکھا کھانسی کو روکتا قیمت بڑی شیشی میں ۲۴ خوراک ۱۲ پیکنگ محصولڈاک ۸ چھوٹی شیشی سولہ خوراک ۸ پیکنگ محصولڈاک ۵

اس دوا پر مہاراجہ دل گنجن سنگھ صاحب کی رائے

دیو بہادر دیو ڈپٹی چیف پٹنہ اسسٹنٹ بوا انگیر ضلع بھاگلپور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے صرف خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسواسطے در بارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں

درد سر و ریاح کی دوا

یہ کہی درد لحظہ میں رفع ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے جیس ٹیک چمک رگوں بھر میں لگنی ہے جو کہیں چھپاتے ہو تو اس دوا سے با آرام ہو جائگے چاہے جسم کے کسی حصہ میں ایسا درد ہو اس دوا سے رفع ہو جائیگا درد سر کیواسطے اس دوا کا ایسا ہی خاصہ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو دفع ہو جاتا ہے اور پھر یہ بھی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو آرام جاتا ہو اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے ان دنیں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام یا محنت کی باتوں میں فکر تعدد میں عیش و عشرت میں تکو رات اور راتکو دن بنایا کرتے ہیں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں اسلئے درد سر پکارا کرتے ہیں مگر جسکی یہ دوا ہو تو ذرا لگانے سے فوراً درد بند ہو جاتا ہے اسلئے خاص و عام کو یہ دوا گھر میں رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ خوراک کی ایک شیشی ۸ محصولڈاک ایک سے ۱۰ ڈبیا تک

ڈاکٹر ایس کے برمن ۱۲ تاراچند سٹریٹ کلکتہ